URDU Gif Format

کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالٰی کی ذات پاک و منزہ ہے

سبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح

۱۳۰۷ھ

مصنف:

اعلٰی حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

رسالہ

سُبحٰن السُّبُوح عن کذب عیب مقبوح ۱۳۰۷ھ

(کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالٰی کی ذات پاک ومنزّہ ہے)

مسئلہ ۲: از ابو محمد صادق علی مداح عفی عنہ گڑھ مکٹیسری از میرٹھ بالائے کوٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دربارہ مسئلہ امکانِ کذب باری تعالٰی جس کا اعلان تحریری وتقریری علمائے گنگوہ ودیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور شور سے کر رہے ہیں، تحریراً کتاب "براہینِ قاطعہ" میں کہ مولوی خلیل انبیٹھی کے نام سے شائع کی گئی، جس کی لوح پر لکھا ہے: "بامر حضرت چنین وچناں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی" اور خاتمہ پر ان کی تقریظ بایں الفاظ ہے:

"احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہینِ قاطعہ کو اوّل سے آخر تک بغور دیکھا، الحق کہ یہ جواب کافی اور حجت وافی ہے اور مصنف کی وسعت نورعلم اور فسحتِ ذکاء وفہم پر دلیل واضح، حق تعالٰی اس تالیف نفیس میں کرامت قبولیت عطا فرمائے اور مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرمائے۔[1]" (ملخصاً) جس سے ثابت کہ گویا کتاب ہی تالیف ان کی ہے، صفحہ ۳ پر یُوں مکتوب ہے: "امکانِ کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ہل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر

---

[1] براہین قاطعہ خاتمہ کتاب مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۷۰

ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ (کیا خلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ت) پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے[1]" انتہی ملخصاً۔ تقریراً مولوی ناظر حسن دیوبندی مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمان میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکانِ کذب ہے، انتہی

پس ایسا اعتقاد کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں جس کا عقیدہ ایسا ہے، سچی بات بتاؤ اچھا اجر پاؤ۔

الجواب

سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین، الحمد للہ المتعال شانہ عن الکذب والجھل والسفہ والھزل والعجز والبخل، وکل مالیس من صفات الکمال المنزۃ عظیم قدرتہ بکمال قدوسیتہ وجمال سبوحیتہ عن وصمہ خروج ممکن اودلوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا، وکلامہ الفصل وما ھو بالھزل فسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلا حادث

آپ کا رب رب العزت ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ مخالفین بیان کرتے ہیں، تمام رسولوں پر سلام ہو، تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، تمام حمد اللہ کے لئے جس کی شان اقدس ہر قسم کے کذب، جہل، بے عقلی، غیر سنجیدگی، بخل اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو اس کے کمال منزہ کے خلاف ہے کمال قدوسیت اور جمال سبوحیت کی وجہ سے اس کی قدرت خروج ممکن اور دخول محال کے عیب سے پاک و مبرا ہے، اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا اور قول کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے، اس کا مقدس کلام حق و باطل میں فیصلہ کن ہے اور وہ مذاق و ٹھٹھا نہیں ہے پس اللہ تعالٰی کی تسبیح ہے صبح و شام، اس کی ذات بھی قدیم اور صفات

---

[1] براہینِ قاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۴۲

يقوم ولا قائم يحول، وكلامه ازلى وصدقه ازلى، فلا الكذب يحدث ولا الصدق يزول، والصلاة والسلام على الصادق المصدوق سيد المخلوق النبى الرسول الأتى بالحق من عند الحق لدين الحق على وجه الحق والحق يقول فهو الحق وكتابه الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلى الحق النزول، واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له حقا حقا، واشهد ان محمدا عبده ورسوله بالحق ارسله صدقا صدقا، صلوات الله وسلامه عليه وعلى اٰله وصحبه وكل من ينتمى اليه، وعلينا معهم وبهم ولهم یاارحم الراحمین، اٰمین اٰمین، اله الحق اٰمین، قال المصدق لربه بتوفيقه العظيم المسبح لمولاه عن كل وصف ذميم، عبد المصطفٰى احمد رضا المحمدى السنى الحنفى القادرى البركاتى البريلوى صدق الله تعالٰى قوله فى الدنيا والاٰخرة وصدق فيه ظنه بالعفو والمغفرة، اٰمین، اللّٰهم هداية الحق والصواب۔

بھی قدیم تو حادث قائم نہیں رہتا اور قائم متغیر نہیں ہوتا اور اس کا کلام ازلی ہے اور اس کا صدق ازلی ہے تو اسکے کلام میں کذب کا حدوث نہیں اور اسکے صدق کو زوال نہیں، صلٰوۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جو صادق ومصدوق تمام مخلوق کے سردار، نبی رسول حق کی طرف سے بطریق حق، دین حق کے لئے حق لانے والے، حق کا فرمان ہے کہ وہ حق ہیں، ان کی کتاب حق جو حق کے ساتھ نازل کی اور نازل ہوئی اور اس کا نزول حق پر ہوا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ سراپا حق ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور ان کو حق وصدق دے کر بھیجا، ان پر اللہ تعالٰی کی طرف سے صلٰوۃ وسلام ہو، ان کی آل واصحاب اور ان کی طرف ہر منسوب پر، ساتھ ہم پر بھی ان کی وجہ سے ان کی خاطر ہو یاارحم الراحمین آمین آمین الٰہ الحق آمین، اپنے رب کی تصدیق کرنیوالا اس کی عظیم توفیق سے، ہر بُرے وصف سے اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرنے والا غلام مصطفٰے احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰے اس کے قول کو دنیا وآخرت میں سچا فرمائے، اور اس کا اپنے بارے میں اللہ تعالٰی سے عفو ومغفرت کے حسنِ ظن کو سچا فرمائے آمین اے اللہ! تو ہی حق وصواب کی رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰے لہ بحول وقوت رب الارباب، اس مختصر جواب موضح صواب ومزیح ارتیاب میں اپنے مولٰی جل وعلا کی تسبیح وتقدیس اور اس جناب رفیع وجلال منیع پر جرأت وجسارت والوں کی تقبیح وتفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام وازاحت اوہام

ایک ضروری مقدمہ ان پر متقدم کرنا ہے۔

تنزیہ اول میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشاداتِ متین جن سے بحمد اللہ شمس وامس کی طرح روشن مبین کہ کذبِ الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم سے ائمہ سنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال۔

تنزیہ دوم میں بفضل ربانی دعوی اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کہ کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور ادعائے امکان باطل و بے دلیل۔

تنزیہ سوم میں امامِ وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرات کے اوہامِ باطلہ و ہذیانات عاطلہ کی نازبرداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجاو ماخذ و ملتجی، انھیں کے سخن۔

تنزیہ چہارم میں جہالاتِ جدیدہ کا علاج کافی اور اس امرِ حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید، اس مزلّہ حادثہ سے منزلوں بعید۔

خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل والحمد للہ مجیب السائل۔

مقدمہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے سب صفات، صفاتِ کمال و بروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یوہیں معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطۂ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود و معدوم و باطل وموہوم میں کوئی شئی ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلاً صلاحیتِ تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔

اب احاطہ ودائرہ کا تفرقہ دیکھئے:

(۱) خلاقِ کبیر جل وعلا فرماتا ہے: خالق کل شیئ فاعبدوہ[1] وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ عز مجدہ مخلوقیت سے پاک۔

(۲) سمیع وبصیر جل مجدہ فرماتا ہے: انہ بکل شیئ بصیر[2] وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، یہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲

[2] ؍؍ ۶۷/ ۱۹

تمام موجوداتؑ قدیمہ وحادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک

عہ فائدۃ: اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصارہ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام، وقد صرح العلامۃ اللاقانی فی شرح جوھرۃ التوحید بعمومھما کل موجود، وتبعہ سیدی عبدالغنی فی الحدیقۃ و ھذا کلام اللاقانی قال لیس سمعہ تعالٰی خاصًا بالاصوات بل یعم سائر الموجوداتؔ ذواتٍ کانت اوصفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا بصرہ سبحانہ و تعالٰی لایختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحدؔ[1] انتھی، اما ماقال اللاقانی قبل ذٰلک حیث عرف السمع بانہ صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات او بالموجوداتؔ[2] الخ

فائدہ: واضح ہو کہ "منح الروض" میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالٰی کی بصارت کا اشکال والوان اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ لاقانی نے "جوہرۃ التوحید" کی شرح میں اللہ تعالٰی کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے، اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انھوں نے فرمایا اللہ تعالٰی کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں کی بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذواتؔ ہوں یا صفات، تو باری تعالٰی اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفاتؔ مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالٰی کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان و اشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہی، (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالٰی کی ازلی صفت ہے جو اسکی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفاتؔ المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۵

[2] " " " " " " " " " " "

کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والبصر بانہ صفة ازلیة تتعلق بالمبصرات او بالموجودات الخ[1] فاقول لایجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اوّلاً بالمبصرات معتمدا علی بداھة تصورہ ثم اردف بالموجودات فرارا عن صورۃ الدور، ولیس فی التعبیرین تناف اصلاً فان المبصر مایتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالة علی خصوصیة شیئ دون شیئ فاذا کان الابصار یتعلق بکل شیئ کان المبصر والموجود متساویین نعم لما کان ابصارنا الدنیوی العادی مختصا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الی ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ او بالموجودات آتیا بکلمة او للتخییر فی التعبیر، وھذہ نکتة اخری للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمیز۔ ثم اقول، تحقیق المقام ان الابصار لاشك انہ لیس کالارادۃ

ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اور اللہ تعالٰی کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وُہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اقول اس سے متعلق میں کہتا ہوں او یعنی "یا" سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کرکے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دَور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وُہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو کسی خاص شَی سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے "او بالموجودات" کلمہ "او" کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا، اور صرف موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔ پھر میں کہتا ہوں مقام کی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۵

کیا آئے گا تو نقصان جانبِ قابل ہے نہ کہ جانبِ فاعل، شرح فقہ اکبر میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والقدرة والتکوین التی لایجب فعلیة جمیع التعلقات الممکنة لها بل هو من الصفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل مایصلح لتعلقها کالعلم فعدم ابصار بعض مایصح ان یبصرہ نقص فیجب تنزیهه تعالٰی عنه کعدم العلم ببعض مایصح ان یعلم، وهذا مما لایجوز ان یتناطح فیه عنزان انما الشان فی تعبیر مایصح تعلق الابصار به فان ثبت القصر علی الاشکال والالوان والاکوان فذاك، وان ثبت عموم الصحة بکل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلاً وابداً لجمیع الکائنات القدیمة والحادثة الموجودة فی ان منتها المحققة او المقدرة لما عرف من انه لایجوز ههنا شیئ منتظر لکن الاول باطل للاجماع علی رؤیة المؤمنین ربهم تبارك وتعالٰی فی الدار الاٰخرة فکان اجماعا علی ان صحة الابصار لاتختص بما ذکر وقد صرح اصحابنا فی هذا المبحث ان مصحح

تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک ارادہ قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل متعلق ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہو سکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہذا اللہ تعالٰی کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک منزہ ہے یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہو سکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہو سکتا ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ابصار صرف اشکال والوان و اکوان سے ہی متعلق ہو سکتی ہے تو یہی ہوگا، اور اگر ثابت ہو جائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہو سکتا ہے تو پھر ازلاً و ابداً تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالٰی کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالٰی اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال و الوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح

(باقی برصفحہ آئندہ)

قد افتی ائمة سمرقند وبخارا علی انه (یعنی المعدوم) غیر مرئی، وقد ذکر الامام الزاھد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیة، وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئی اللہ تعالٰی وکذا قول السلف من الاشعریة والماتریدیة ان الوجود علة جواز الرؤیة مع الاتفاق علی ان المعدوم الذی یستحیل وجوده لایتعلق به رؤیته سبحٰنه اھ[1]

ائمہ سمرقند وبخارا نے یہ فتوٰی دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا، امام زاہد صفار نے کتاب التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رؤیت محال ہوتی ہے، اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالٰی کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں، اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رؤیت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جس کا وجود محال ہے اس کے ساتھ رؤیتِ باری کا تعلق نہیں ہوسکتا اھ (ت)

شرح السنوسیہ للجزائریہ میں ہے:

انهما (یعنی سمعه تعالٰی وبصره) لایتعلقان

ان دونوں (اللہ تعالٰی کے سمع وبصر) کا تعلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الرؤیة هو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انه تعالٰی یری نفسه فتبین ان الحق هو التعمیم وان قوله تعالٰی انه بکل شیئ بصیر[2] جار علی صرافة عمومه من دون تطرق تخصیص الیه اصلا هکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ومن اتقن هذا تیسر له اجراؤه فی السمع بدلیل کلام اللہ سبحانه وتعالٰی فافهم واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے، تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے اور اللہ تعالٰی کے ارشاد "انه بکل شیئ بصیر" کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا، یوں تحقیق ہونی چاہیے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، پس سمجھو، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب یری اللہ تعالٰی فی الآخرۃ بلاکیف مصطفی البابی مصر ص ۱۴۸

[2] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقید[1] اھ۔

موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود و معدوم اور مطلق و مقید سے ہوتا ہے اھ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التی ما ارادھا اللہ تعالٰی ولا تعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا، ولا کشف عنھا العلم موجودۃ فی تلک الازمنۃ فلا یتعلق بھا السمع والبصر، وکذلک المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجود والمعدوم[2]

وہ معدومات جن کا اللہ تعالٰی نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لئے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ مقدرہ زمانہ میں موجود ہوکر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالٰی کی سمع و بصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے (ت)

علہ اقول قولہ ما ارادولا تعلقت ولا کشف عبارات شتّی عن معنی واحد وھو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان کل ما ارادہ اللہ تعالٰی فقد تعلقت القدرۃ بایجادہ بالفعل وبالعکس، وما کان کذلک فقد کشف العلم عنہ موجودا بالاطلاق العام وبالعکس وذلک لان العلم موجودا تابع للوجود ولا وجود للمخلوق الا بتعلق القدرۃ ولا تعلق للقدرۃ الا بترجیح الارادۃ، کما تقرر کل ذلک فی مقرہ، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

اقول، حدیقہ کا قول "ارادہ نہ فرمایا" "قدرت کا تعلق نہ ہو، علم کا کشف نہ ہو"، یہ مختلف عبارات ہیں جن کی مراد ایک ہے اور وہ یہ کہ دائمی عدم جو بالفعل وجود کے مناقض ہے کیونکہ اللہ تعالٰی جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ایجاد سے بالفعل قدرت کا تعلق بھی ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے جو چیز اس شان میں ہوگی اسی کے بالفعل موجود ہونے کا مطلقاً علم بالکشف ہوتا ہے اور عکس بھی، کیونکہ کسی موجود کا علم اس چیز کے وجود سے ہوتا ہے جبکہ مخلوق کا وجود قدرت کے تعلق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور قدرت کا تعلق ارادہ سے ترجیح پائے بغیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ یہ تمام امور اپنے مقام میں ثابت شدہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح السنوسی للجزائریۃ ھی الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

[2] " " " " " " " " " "

(۳) قوی قدیر تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: وھو علٰی کل شیئ قدیر[1] وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔
یہ موجود ومعدوم سب کو شامل، بشرط حدوث وامکان کہ واجب ومحال اصلاً لائق مقدوریت نہیں۔
مواقف میں ہے: القدیم لایستند الی القادر[2] (قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ت)
شرح مقاصد میں ہے: لا شیئ من الممتنع بمقدور[3] (کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ ت)
امام یافعی فرماتے ہیں:

جمیع المستحیلات العقلیۃ لایتعلق للقدرۃ بہا[4]	تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔ (ت)

کنز الفوائد میں ہے:

خرج الواجب والمستحیل فلا یتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما[5]	واجب اور محال خارج ہوں گے ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

أقصاہا ان یمتنع بنفس مفہومہ کجمع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم، وھذا لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ[6]	آخری مرتبہ وہ ہے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممنوع ہو مثلاً ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں (ت)

(۴) علیم خبیر عزشانہ فرماتا ہے: وھو بکل شیئ علیم[7] وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلیہ واجب وممکن وقدیم وحادث وموجود ومعدوم ومفروض وموہوم غرض ہر شیئ ومفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں، یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۲۰ و ۱۱/۴

[2] مواقف مع شرح المواقف المقصد الخامس منشورات الرضی قم ایران ۳/۱۶۸

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی القدرۃ الحادثۃ علی الفعل دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۴۰

[4]

[5] کنز الفوائد

[6] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد بخلقہ تعالٰی الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۶

[7] القرآن الکریم ۲/۲۹، ۶/۱۰۱

21

(ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ت) سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا:

علمہ تعالٰی یعم المفھومات کلھا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فھو اعم من القدرۃ لانھا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات[1]

اللہ تعالٰی کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتی۔(ت)

اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا[ع] جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرۂ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرۂ ابصار سے مہجور رہنا عیاذاً باللہ، احاطہ بصرِ الٰہی میں باعثِ فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا، اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی

ع: ای شملت ما فی دائرتھا وان لم یشملہ اللفظ کما فی العلم ولم تشمل مالیس فیھا وان شملہ اللفظ کما فی الخلق وذٰلک ان الشیئ عندنا یخص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنٰہ من قبل ولم یک شیئًا[2] ویعم الواجب، قال تعالٰی قل ای شیئ اکبر شھادۃ قل اللہ[3] فافھم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی اپنے دائرہ کی ہر شَی کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شَی کہلاتی ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اُسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شَی نہ تھا، اور شے واجب کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: فرما دیجئے کون سی شَی شہادت میں بڑی ہے؟ فرما دو اللہ۔ اسے سمجھو ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ(ت)

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۰

[2] القرآن الکریم ۱۹/۶۷

[3] " ۶/۱۹

حدِ ذات[1] میں ہونے کے قابل ہے، اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جُدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات و محالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلقِ قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شَے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق و ذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض و تجویز[2] عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہُوئی یا انّ اللہ علی کل شیئ قدیر[1] کے عموم سے رہ گئی۔

یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ مغویانِ تازہ جو اسی مسئلہ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور انّ اللہ علیٰ کل شیئ قدیر[2] کا انکار ہوا، یہ اُن ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرتِ الٰہی صفتِ کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفتِ نقص و عیب، اور اگر محالات پر قدرت مانیے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمھارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہیے اتنا ہی عجز و قصور سمجھے تو واجب کہ سب محالات زیرِ قدرت ہوں اور منجملہ محالات سلبِ قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہی منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم، اب باری جل و علا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

پس بحمد اللہ ثابت ہُوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب

علہ یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ۔

اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفس امکان ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ اورد ہ تفسیر اللمراد بالفرض ۱۲ منہ

فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[2] " ۲/ ۲۰

باری عزّ اسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے،
للہ انصاف! حضرات کے یہ تو حالات اور اہلِ سنّت پر معاذ اللہ عجز باری عزّوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی
بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق۔

تنزیہ اوّل ارشاداتِ علماء میں

اقول وباللہ التوفیق میں یہاں ازالۂ اوہام حضرات مخالفین کو اکثر عبارات ایسی نقل کروں گا کہ امتناعِ کذب الٰہی پر تمام اشعریہ و
ماتریدیہ کا اجماع ثابت کریں جس کے باعث اس وہم عاطل کا علاج قاتل ہو کہ معاذ اللہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہا
ہے حاش للہ! بلکہ بطلانِ امکان پر اجماعِ اہلِ حق ہے جس میں اہلِ سنّت کے ساتھ معتزلہ وغیرہ فرقِ باطلہ بھی
متفق، ناظر ماہر دیکھے گا کہ میرا یہ مُدعا ان عبارتوں سے کن کن طور پر رنگ ثبوت پائے گا:

اوّل ظاہر وجلی یعنی وُہ نصوص جن میں امتناعِ کذب پر صراحۃً اجماع منصوص۔

دوم اکثر عبارتیں علمائے اشعریہ کی ہوں گی تاکہ معلوم ہو کہ مسئلہ خلافی نہیں۔

سوم وُہ عبارات جن میں بنائے کلام حُسن وقبح عقلی کے انکار پر ہو کہ یہ اصول اشاعرہ سے ہے، تو لاجرم مسئلہ
اشاعرہ وماتریدیہ کا اجماعی ہُوا اگرچہ عند التحقیق صرف حُسن وقبح بمعنی استحقاق مدح وثواب وذم وعقاب کی شرعیت و
عقلیت میں تجاذب آرا ہے، نہ بمعنی صفت کمال وصفت نقصان کہ یاں معنی باجماع عقلاً عقلی ہیں،

كما نصوا عليه جميعا ونبه عليه هٰهنا المولى سعد الدين التفتازاني فى شرح المقاصد والمولى المحقق على الاطلاق كمال الدين محمد بن الهمام وغيرهما من الجهابذة الكرام۔

جیسا کہ اس پر تمام نے تصریح کی ہے اور اس پر علّامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح المقاصد میں اور محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن ہمام اور دیگر کبار ماہرین علماء نے تنبیہ کی ہے۔ (ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی نصوص ائمہ وکلمات علماء نقل کرتا ہوں:

نص ۱: شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے:

الكذب محال باجماع العلماء لان الكذب نقص باتفاق العقلاء وهو على الله تعالٰى محال[1] اھ ملخصًا۔

جُھوٹ باجماعِ علماء محال ہے کہ وہ باتفاقِ عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال اھ ملخصًا۔

نص ۲: اسی کی بحث حسن وقبح میں ہے:

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۴

قد بیّنا فی بحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالٰی[1]

ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے۔

نص ۳: اسی کی بحث تکلیف بالمحال میں ہے،

محال ھو جہلہ اوکذبہ تعالٰی عن ذٰلک[2]

اللہ تبارک وتعالٰی کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں، برتری ہے اسے ان سے۔

نص ۴: اسی میں ہے،

الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی فیہ مفاسد لاتحصٰی ومطاعن فی الاسلام لاتخفی منہا مقال الفلاسفۃ فی المعاد ومجال الملاحدۃ فی العناد وھٰھنا بطلان ماعلیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار، فمع صریح اخبار اللہ تعالٰی بہ فجواز الخلف وعدم وقوع مضمون ھٰذا الخبر محتمل، ولما کان ھذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی باطل قطعا[3] اھ ملتقطا۔

یعنی خبر الٰہی میں کذب پر بے شمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن لازم آئیں گے، فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے، ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے، کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے، اس پر سے یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ واقع نہ ہوں، اور جب یہ امور یقیناً باطل ہیں تو ثابت ہُوا کہ خبر الٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے اھ ملتقطا۔

نص ۵: شرح عقائد نسفی میں ہے:

کذب کلام اللہ تعالٰی محال[4] اھ ملخصا

کلام الٰہی کا کذب محال ہے اھ ملخصاً۔

نص ۶: طوالع الانوار کی فرع متعلق بحث کلام میں ہے،

الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال[5] اھ

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] شرح المقاصد — قال وتمسکوا بوجوہ الاول ان حسن الاحسان وقبح العدوان — دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۵۲

[2] ″ ″ ″ — المبحث الخامس التکلیف مالایطاق — ″ ″ ″ ۲/۱۵۵

[3] ″ ″ ″ — المبحث الثانی عشر اتفقت الامۃ علی العفو عن الصغائر — ″ ″ ″ ۲/۲۳۶

[4] شرح العقائد النسفیہ — دارالاشاعت العربیہ قندھار، افغانستان ص ۷۱

[5] طوالع الانوار للبیضاوی

نص ۷ : مواقف کی بحث کلام میں ہے :

انه تعالیٰ یمتنع علیه الکذب اتفاقا اما عند المعتزلة فلان الکذب قبیح وھو سبحانه لایفعل القبیح واما عندنا فلانه نقص والنقص علی الله محال اجماعا[1] (ملخصاً)

یعنی اہلسنت و معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب بُرا ہے اور اللہ تعالیٰ بُرا فعل نہیں کرتا اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۸ : مواقف و شرح مواقف کی بحث حسن و قبح میں ہے :

مدرك امتناع الکذب منه تعالیٰ عندنا لیس ھو قبحه العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحه ان لایعلم امتناعه منه اذله مدرك اٰخر وقد تقدم اھ[2] ملخصاً۔

یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے کہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے بلکہ اس کے لئے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری، یعنی وہی کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ میں عیب محال۔

نص ۹ : انھیں کی بحث معجزات میں ہے :

قد مر فی مسئلة الکلام من موقف الالٰھیات امتناع الکذب علیه سبحانه وتعالیٰ[3]

یعنی ہم موقف الٰہیات سے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب زنہار ممکن نہیں۔

نص ۱۰ : امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں :

یستحیل علیه تعالیٰ سمات النقص کالجھل والکذب[4]

جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل و کذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔

نص ۱۱ : علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدس سرہ اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں :

لاخلاف بین الاشعریة وغیرھم فی ان کل

یعنی اشاعرہ وغیرہ اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں

---

[1] مواقف مع شرح المواقف المقصد السابع بحث انه تعالیٰ متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۱۰۰ و ۱۰۱

[2] " " " " المرصد السادس المقصد الخامس " " " " " ۸/۱۹۳

[3] " " " " الموقف السادس فی السمعیات " " " " " ۸/۲۴۰

[4] المسایرة متن المسامرة ختم المصنف کتابه ببیان عقیدہ اہلسنت اجمالاً المکتبة التجاریة الکبریٰ مصر ص ۳۹۳

ماکان وصف نقص فالباری تعالٰی منزہ عنہ وھو محال علیہ تعالٰی والکذب وصف نقص اھ ملخصا[1]

کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالٰی اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالٰی پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔ (ملخصاً)

نص ۱۲: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہ یدل علی انہ سبحانہ وتعالٰی منزہ عن الکذب وعدہ و وعیدہ، قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال، وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محال اھ[2] ملخصاً۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کریگا دلالت کرتا ہے کہ مولٰی تعالٰی سبحانہ اپنے ہر وعدہ وعید میں جھوٹ سے منزّہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو نا ممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذبِ الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔ اھ (ملخصاً)

نص ۱۳: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمٰتہ ج وھو السمیع العلیم ۝[3]

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سنتا جانتا ہے۔

امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

اعلم ان ھذہ الاٰیۃ تدل علی ان کلمۃ اللہ موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللہ کونھا صدقا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال[4]۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، از انجملہ اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] المسامرۃ شرح المسایرۃ اتفقوا علی ان ذٰلک غیر واقع المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی ص ۳۹۳
[2] مفاتیح الغیب تحت آیت فلن یخلف اللہ عہدہ المکتبۃ البھیۃ مصر ۳/۱۵۹
[3] القرآن الکریم ۶/۱۱۵
[4] مفاتیح الغیب تحت آیۃ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۳/ ۱۶۰ - ۱۶۱

نص ۱۴ : یہیں فرماتے ہیں :

صحة الدلائل السمعیة موقوفة علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال[1]

دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذبِ الٰہی محال مانا جائے۔

نص ۱۵ : زیرِ قولہ تعالٰی :

ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ[2]

اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ بیٹا بنائے وہ پاک ہے (ت)

بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں :

اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب محال علی اللہ تعالٰی[3]

اہلسنت نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال ہے۔

نص ۱۶ : علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل :

صدق کلامہ تعالٰی لماکان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ماثبت قدمہ امتنع عدمہ[4]

کلامِ خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

تنبیہ : انھیں امام علام کا ارشاد کہ " کذبِ الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے، ان شاء اللہ تعالٰی تنزیہ چہارم میں آئے گا۔

نص ۱۷ : تفسیر بیضاوی شریف میں ہے :

ومن اصدق من اللہ حدیثا انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال[5]

اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ وتمت کلمت ربک الخ المطبعۃ البہیۃ العربیۃ مصر ۱۳/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۵

[3] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیت ماکان اللہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ المطبعۃ البہیۃ المصر ۲۱/ ۲۱۷

[4] شرح المقاصد المبحث الثانی العشر اتفقت الامۃ علی العفو الخ دار المعارف نعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

[5] انوار التنزیل واسرار التاویل (بیضاوی مع القرآن الکریم) تحت آیۃ ومن اصدق الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۝ تمییز و ھو استفھام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منه فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالة الکذب علیه تعالٰی لقبحه لکونه اخبارا عن الشیئ بخلاف ما ھو علیه[1]

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر و وعدہ و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رُو سے قبیح ہے کہ خلافِ واقع خبر دینے کا نام ہے۔

نص ۱۹: تفسیر علامہ ابوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۝ انکار لان یکون احد اصدق منه تعالٰی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالته کیف لا والکذب محال علیه سبحٰنه دون غیرہ[2]

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیونکر محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

ع اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاھر فلانه رحمه اللہ تعالٰی من ائمتنا الماتریدیة ولذا عدلت عنه الاشاعرة کصاحب المواقف وصاحب المفاتیح کما سمعت نصھما واما عند التحقیق فلان عقلیة القبح بھذا المعنی من المجمع علیه بین العقلاء وھؤلاء الاشاعرة رحمھم اللہ تعالٰی انفسھم ناصون بذلک فلا علیك من ذھول من ذھل کما اومأنا الیه فی صدر البحث واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اقول، علامہ قدس سرہ نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لئے کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہیں اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیسا کہ آپ نے صاحبِ مواقف اور صاحبِ مفاتیح کی نصوص سُنیں، اور عند التحقیق اس لئے کہ اس معنی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفقہ چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ومن اصدق من اللہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۱

[2] ارشاد العقل السلیم " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۲-۲۱۱

نص ۲۰ : تفسیر روح البیان میں ہے :

ومن اصدق من اللہ حدیثا ہ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللہ محال دون غیرہ[1] اھ ملخصا۔

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے، نہ اس کے غیر پر، اھ ملخصا۔

نص ۲۱ : شرح السنوسیہ میں ہے :

الکذب علی اللہ تعالٰی محال لانہ دناءۃ[2]

اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔

نص ۲۲ : فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے :

ممتنع علیہ الکذب اتفاقا لانہ نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال اجماعا[3]

کذبِ الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۲۳ : شرح عقائد جلالی میں ہے :

الکذب نقص والنقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالٰی کالجھل والعجز[4]

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، تو کذبِ الٰہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالٰی کی قدرت اسے شامل، جیسے تمام اسبابِ عیب مثل جہل و عجزِ الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیتِ قدرت سے خارج۔

نص ۲۴ : اسی میں ہے :

لایصح علیہ تعالٰی الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب لانھما نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال[5]

اللہ تعالٰی پر حرکت و انتقال و جہل و کذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں، اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] تفسیر روح البیان تحت ومن اصدق من اللہ حدیثا المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/۲۵۵

[2] شرح السنوسیہ

[3] شرح المواقف سیف الدین ابہری (تلمیذ مصنف)

[4] الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث "علی" مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۳

[5] ؍؍ ؍؍ بحث "لیس" ؍؍ ؍؍ ص ۶۶، ۶۷

نص ۲۵: کنز الفوائد میں ہے:

قدس تعالیٰ شانہ عن الکذب شرعاً وعقلاً اذ ہو قبیح یدرك العقل قبحہ من غیر توقف علی شرع فیکون محالاً فی حقہ تعالیٰ عقلاً و شرعاً کما حققہ ابن الھمام وغیرہ[1]۔

اللہ عزوجل بحکم شرع وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً وشرعاً ہر طرح محال ہے، جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

نص ۲۶: مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الکذب علیہ تعالیٰ محال[2]۔

اللہ تعالےٰ پر کذب محال ہے۔

نص ۲۷: مسلم الثبوت میں ہے:

المعتزلۃ قالوا لولا کون الحکم عقلیا لم یمتنع الکذب منہ تعالیٰ عقلا، والجواب انہ نقص فیجب تنزیہہ تعالیٰ عنہ کیف وقد مرانہ عقلی باتفاق العقلاء لان ماینافی الوجوب الذاتی من جملۃ النقص فی حق الباری تعالیٰ ومن الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحنہ[3] اھ ملخصاً مع الشرح۔

حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالےٰ کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلاء کا اجماع ہے وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالےٰ کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے اھ ملخصاً مع الشرح۔

نص ۲۸: مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الکذب نقص لان ماینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیۃ بذالك اثبت الحکماء الذین ھم غیر متشرعین بشریعۃ

جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اسی دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان

---

[1] کنز الفوائد

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الصفات النعلیۃ مصطفی البابی مصر ص ۲۳

[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفیٰ المقالۃ الثانیۃ الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۶

مسلم الثبوت المطبع الانصاری دہلی ص ۱۰

الاستحالۃ المذکورۃ فان الوجوب والکذب لایجتمعان کما بین فی الکلام[1] اھ ملخصًا۔

نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغگوئی جمع نہ ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہوچکا ہے اھ ملخصًا۔

نص ۲۹: مولانا بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی صادق قطعًا لاستحالۃ الکذب ھناك[2] (ملخصًا)

اللہ تعالٰی یقینًا سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبًا چچا اور علمًا باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہ[3] (اللہ تعالٰی ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ ت) یوں تصریح کی ٹھہرائی:

خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمی یابد و حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب و نقائص ست خلاف خبر مطلقًا نقصان ست[4] اھ ملخصًا۔

اللہ تعالٰی کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالٰی کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا اللہ تعالٰی کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصًا (ت)

مدعیانِ جدید سے پوچھا جائے جناب باری میں امکان کذب نقصان مانتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اللہ تعالٰی سچا ایمان سچا ادب نصیب فرمائے، آمین!

یہاں نصوص ائمہ وتصریحات علماء میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کئے، عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت بلکہ ایسے مسائل میں ہنگام تنبہ یا ادنٰی تنبیہ پر سلامت عقل و نور ایمان دو شاہد عدل کی گواہی معتبر،

واذوعیت ما القی علیك الیراع وتبین الاجماع وبان ان لیس لاحد نزاع فلا علیك من اضطراب مضطرب والحمد للہ المنزہ عن الکذب۔

مذکورہ قیمتی گفتگو اگر قارئین نے محفوظ کرلی ہے تو واضح ہوگیا کہ یہ بات اجماعی ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں لہٰذا اضطراب ختم ہوجانا چاہئے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کی جو کذب سے مبرا ہے۔ (ت)

---

[1] شرح مسلم الثبوت نظام الدین سہالی

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۶۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[4] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ فلن یخلف اللہ عھدہ پ۱ دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷

تنزیہ دوم دلائل قاہرہ وحجج باہرہ میں

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بتوفیق مولٰی سبحانہ، وتعالٰے ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزاسمہ، کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس دلیلیں ذکر کرتا ہے، جن میں خمسہ اولٰی کلمات طیبات ائمہ کرام وعلمائے عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد وانعام ہوئیں، اور باقی پچیس ہادی اجل عزوجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القار کی گئیں والحمد للہ رب العٰلمین۔

دلیل اول کہ نصوص سابقہ میں مکرر گزری جس پر طوالع[1] وشرح[2] مقاصد ومسایرہ[3] ومسامرہ[4] ومفاتیح[5] الغیب ومدارک[6] وبیضاوی[7] وارشاد[8] العقل وروح[9] البیان وشرح[10] سنوسیہ وشرح[11] ابہری وشرح[12] عقائد جلالی وکنز[13] الفوائد ومسلم[14] الثبوت وشرح[15] نظامی وفواتح[16] الرحموت وغیرہا کتب کلام وتفسیر واصول میں تاویل فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال، اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام وقواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدہ جلیلہ ہے جس پر تمام عقائد تنزیہ بلکہ مسائل صفات ثبوتیہ بھی متفرع کما لا یخفی علی من طالع کلمات القوم (جیسا کہ ہر اس شخص پر مخفی نہیں جو قوم کے کلمات سے آگاہ ہے۔ ت) شرح عقائد نسفی میں ہے:

الحی القادر العلیم السمیع البصیر الشائی المرید، لان اضدادھا نقائص یجب تنزیہ اللہ تعالٰی عنہا۔[1] (ملخصًا)

زندہ، قادر، جاننے والا، سمیع، بصیر، مشیت والا، ارادہ والا کیونکہ ان کے اضداد نقائص ہیں جن سے اللہ تعالٰے کا بری ہونا لازم ہے۔ (ت)

شرح سنوسیہ میں ہے:

اما برھان وجوب السمع والبصر والکلام للہ تعالٰی فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضا لولم یتصف بھا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالٰی محال۔[2]

اللہ تعالٰی کے لئے سمع، بصر اور کلام کا ہونا لازم ہے اس پر دلیل کتاب، سنّت اور اجماع ہے، اور یہ بھی اگر وہ ان سے متصف نہ ہو تو ان کی ضد سے متصف ہوگا اور وہ نقائص ہیں اور نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال ہے۔ (ت)

شرح مواقف میں ہے:

---

[1] شرح عقائد نسفی صفات باری تعالٰے دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۳۰

[2] شرح السنوسیہ

لا طریق لنا الی معرفۃ الصفات سوی الاستدلال بالافعال والتنزیہ عن النقائص[1]
ہمارے لئے معرفت صفات پر افعال اور نقائص سے تنزیہ کے ساتھ استدلال کے سوا کوئی چارہ نہیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) بداہت عقل شاہد ہے کہ اللہ عزمجدہٗ جمیع عیوب ونقائص سے منزہ اور اس کا ادراک[1] شرع پر موقوف نہیں ولہذا بہت عقلائے غیر اہل ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ ہمارے موافق ہوئے،

وان یثبتوا بجھلھم مایستلزم النقص غیر دارکین انہ کذلک بل زاعمین[2] انہ ھو الکمال ولا عبرۃ بسخافات الحمقاء الذین لا عقل لھم ولا دین اعاذنا اللہ تعالٰی من شرھم اجمعین۔
اگر انھوں نے اپنی جہالت کے سبب ایسی باتیں ثابت کیں جو نقص کو مستلزم تھیں، ہاں ان کا ارادہ نقص ثابت کرنے کا نہ تھا بلکہ ان کے گمان میں یہ کمال تھا لیکن ایسے بے وقوفوں کی لایعنی باتوں کا کیا اعتبار جن کے پاس عقل نہ دین، اللہ تعالٰی ان کے شر سے محفوظ رکھے (ت)

یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی بزعم خود اس اصل اصیل پر مسائل متفرع کئے،

منھا ما فی المواقف وشرحھا قال جمہور الفلاسفۃ لا یعلم الجزئیات المتغیرۃ والا فاذا علم مثلا
ان میں سے ایک وہ ہے جو مواقف اور اس کی شرح میں ہے جمہور فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی تبدیل

عـہ۱ ای عقلا اذ فیہ الکلام بدلیل الحصر فافاد ان التنزہ عن النقائص واجب لذات الواجب عقلا فالاتصاف بشیئ منھا محال عقلا ۱۲ منہ۔
عـہ۱ یعنی عقلی طور پر کیونکہ کلام اسی میں ہے اس کی دلیل حصر ہے اس سے واجب تعالٰی کی ذات کا نقائص سے وجوبًا پاک ہونے کا عقلاً فائدہ حاصل ہوا، تو نقائص سے متصف ہونا عقلاً محال ہوگا ۱۲ منہ (ت)

عـہ۲ وقد صرح بہ فی الکنز وشرح المواقف اما الکنز فقد سمعت نصہ واما السید فلما عرفت انفا ۱۲ منہ۔
عـہ۲ اس پر کنز الفوائد اور شرح مواقف میں تصریح کی ہے کنز کی نص آپ نے سن لی اور سید کی بات ابھی آپ نے معلوم کرلی ہے ۱۲ منہ (ت)

عـہ۳ کما قالوا فی صدور العالم بالایجاب کما سیأتی ۱۲ منہ۔
عـہ۳ جیسا کہ فلاسفہ نے عالم کے صدور کو واجب کہا ہے جیسے عنقریب آئے گا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثامن فی صفات اختلف فیہا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۱۰۵

ان زیدا فی الدار الاٰن ثم خرج زید عنها فاما ان یزول ذٰلک ویعلم انہ لیس فی الدار او یبقی ذٰلک العلم بحالہ والاول یوجب التغیر فی ذاتہ من صفۃ الی اُخری والثانی یوجب الجھل و کلاھما نقص یجب تنزیھہ تعالٰی عنہ[1] اھ ومنھا مافیہ ایضا اما الفلاسفۃ فانکروا القدرۃ بالمعنی المذکور لاعتقادھم انہ نقصان واثبتوا لہ الایجاب زعما منھم انہ الکمال التام[2]

ہونے والی جزئیات کا علم نہیں رکھتا ورنہ اگر وہ جانتا ہو مثلاً زید اس وقت دار میں ہے پھر وہ وہاں سے نکل گیا تو یا تو سابقہ علم زائل ہوجائے گا اور جان لے گا کہ وُہ دار میں نہیں یا پہلا علم ہی بحال رہے گا، پہلی صورت میں اس کی ذات اقدس میں ایک صفت سے دُوسری صفت کی طرف تغیر اور دوسری صورت میں جہل لازم آئے گا اور یہ دونوں باتیں نقص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا منزّہ ہونا ضروری ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فلاسفہ نے معنیٰ مذکورہ کے ساتھ قدرت کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے اعتقاد میں یہ نقص ہے اور انھوں نے اس کی ذات اقدس کے لئے یہ زعم کرتے ہُوئے ایجاب کا ثبوت کیا ہے کہ یہ کمال تام ہے۔ (ت)

پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلیٰ ضروریاتِ دین سے ہے، جس طرح قرآن وحدیث نے باری جل مجدہٗ کی توحید ثابت فرمائی یونہی ہر عیب و منقصت سے اس کی تنزیہ و تقدیس اور خود کلمہ طیبہ سبحان اللہ و اسمائے حسنٰی سبوح وقدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہذا تسبیحات حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا لہ (پاک ہے وہ ذات کہ پاکیزگی فقط اسی کے لئے ہے۔ ت) جس کے باعث تو فقرہ پر وقف اور تسبیحہ کو اس سے فصل کیا گیا، پھر مرتبہ اجمال میں اس پر اجماعِ اہلِ اسلام منعقد، کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب و نقائص روا نہ رکھے گا،

فالاجماع فی الدرجۃ الثالثۃ من الادلۃ لا انہ العمدۃ فی اثبات المسئلۃ کما وقع عن بعض الاجلۃ فاعرف۔

دلائل شرعیہ میں اجماع کا تیسرا درجہ ہے یہ نہیں کہ اجماع اثبات مسئلہ کے لئے بہتر صورت ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے ہے، اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثالث فی علمہ تعالٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۴

[2] ؍؍ ؍؍ المقصد الثانی فی قدرتہ تعالٰی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۸/۴۹

دلیل دوم، العظمۃ للہ اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وُہ طعن لازم آئیں کہ اُٹھائے نہ اُٹھیں کافروں ملحدوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں، دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یک دست ہاتھ سے جائیں حشر و نشر و حساب و کتاب و جنت و نار و ثواب و عذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبارِ الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذبِ الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبرِ الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید یونہی فرما دی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (پاک اور بلند ہے اللہ تعالٰی کی ذات اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ت)

یہ دلیل شرح مقاصد میں افادہ فرمائی جس کی عبارت نص چہارم میں گزری، اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا (پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں۔ ت) اس کی طرف اشعار کیا کذبِ الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں:

ولا یجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل[1]

اللہ تعالٰی سے کذب کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ خود ان دلائل سمعیہ کی صحت اس پر موقوف ہے کہ کذب اللہ تعالٰی سے محال ہے اگر ہم اللہ تعالٰی سے امتناعِ کذب کو دلائل سمعیہ سے ثابت کریں گے تو دور لازم آجائے گا جو باطل ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق، تنویر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وُہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امر غیب ہے جب تک عقل کی اصلاً رسائی نہیں پھر وُہ بطور خود کیونکر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذبِ الٰہی زیرِ قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک بولا نہ بولے ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں جہاں خود صاحبِ ارادہ جل مجدہٗ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہ تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2]۔

اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب تحت آیۃ وتمت کلمت ربک المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۳/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

وقولہ تعالیٰ :

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1] — اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تم پر تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر سورۂ بقرہ میں زیر آیۂ کریمہ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون (یا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ت) فرماتے ہیں :

الاٰیۃ تدل علیٰ فوائد (الیٰ ان قال) ثانیہا ان کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی[2] — یہ آیت مبارکہ ان فوائد پر دال ہے (آگے چل کر کہا) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس شَی کا وجود و عدم عقلاً جائز ہو اس کے اثبات و نفی کے لئے دلیل سمعی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ (ت)

اور تفسیر سورۂ انعام میں زیر قولہ تعالیٰ : قل اللہ شہید بینی وبینکم (فرمادیجئے اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں :

المطالب علی اقسام ثلثۃ منہا ما یمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ، فان کل ما یتوقف صحۃ السمع علی صحتہ امتنع اثباتہ بالسمع والا لزم الدور، ومنہا ما یمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ویصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لایمکن الا بالدلیل السمعی الخ۔[3] — مطالب کی تین اقسام ہیں : ایک جن کا اثبات دلائل سمعیہ سے ممتنع ہے کیونکہ ہر وُہ چیز جس کا اثبات صحت سمع پر موقوف ہے اس کا اثبات سمع سے نہیں ہوسکتا ورنہ دور لازم آئے گا، دوسرا جن کا اثبات عقل سے ممتنع ہے اور وُہ ہر وہ شَی ہے جس کا وجود وعدم عقلاً صحیح ہو دونوں میں سے کوئی ممتنع نہ ہو تو اب ایک جانب میں یقین دلیل سمعی کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

امام الحرمین قدس سرہٗ کتاب الارشاد میں ارشاد کرتے ہیں :

اعلموا وفقکم اللہ تعالیٰ ان اصول العقائد — جان لو (اللہ تعالیٰ تمھیں توفیق دے) اصول عقائد

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[2] مفاتیح الغیب تحت آیت ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون المطبعۃ البہیۃ مصر ۳/۱۹۰

[3] " " " قل ای شیئ اکبر شہادۃ الخ " " ۱۲/۱۷۶

22

تنقسم الی مایدریك عقلا ولا یسوغ تقدیرادراکه سمعاً والٰی مایدریك سمعا ولا یتقدرادراکه عقلاً والٰی مایجوزادراکه سمعا وعقلا فاما مالایدرك الاعقلا فکل قاعدۃ فی الدین یتقدم علی العلم بکلام اللہ تعالٰی ووجوب اتصافه بکونه صدقا اذ السمعیات تستند الی کلام اللہ تعالٰی وماسبق ثبوته فی المرتبة علی ثبوت الکلام وجوباً فیستحیل ان یکون مدرکه السمع واما مالایدرك الاسمعا فهو القضاء بوقوع مایجوز فی العقل فلا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الابسمع[1] الخ۔

کی تقسیم یُوں ہے کچھ چیزیں وُہ ہیں جن کا ادراک عقلی ہے ان کا ادراک سمعی جائز ہی نہیں، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک سمعی ہے ان کا ادراک عقلی نہیں ہوسکتا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ادراک عقلاً اور سمعاً دونوں طرح جائز ہوتا ہے، وُہ چیزیں جن کا ادراک فقط عقلاً ہے تو دین کا ہر وہ قاعدہ جو اللہ تعالٰی کے کلام اور صدق سے اس کے وجوبِ اتصاف سے پہلے ہے کیونکہ دلائل سمعیہ کا اعتماد واثبات کلامِ الٰہی سے ہوتا ہے تو جس کے مرتبہ کا ثبوت کلام کے ثبوت سے پہلے ہونا لازم ہے تو اب محال ہے کہ اس کا سبب ادراک سمع ہو اور جن چیزوں کا ادراک فقط سمع سے ہے تو وہ عقلی طور پر جائز الوجود چیز کے وقوع کا فیصلہ ہے تو سمع کے بغیر کسی جائز الوجود چیز جو ہم سے غائب ہے کے ثبوت کا حکم جائز الوجود چیز سے نہیں ہوسکتا الخ (ت)۔

شرح عقائد نسفی میں ہے :

القضایا منها ماهی ممکنات لاطریق الی الجزم باحد جانبیها فکان من فضل اللہ ورحمته ارسال الرسل لبیان ذٰلك[2] ملخصًا۔

کچھ چیزیں ان میں سے ممکن ہیں ان کی کسی ایک جانب کا جزم نہیں ہوسکتا تو اسکے بیان کیلئے رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالٰی کا فضل ورحمت ہے اھ ملخصاً (ت)

میں کہتا ہُوں اب آدمیوں ہی میں دیکھ لیجئے کہ جو کام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم نہیں کرسکتا کہ وُہ کبھی اسے نہ کرے گا، پھر یہاں بعد اخبار زید بھی جزم وتیقن کی راہ نہیں، مثلاً زید کے بلکہ قسم بھی کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا تاہم دوسرا اگرچہ صدقِ زید کا کیسا ہی معتقد ہو قسم نہیں کھا سکتا کہ زید اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا، اور کھائے تو سخت جری وبیباک اور نگاہِ عُقلاء میں ہلکا ٹھہرے گا تو وجہ کیا، وہی کہ غیب کا حال

---

[1] الارشاد فی الکلام

[2] شرح العقائد النسفیه بیان ارسال رسل دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۹۸

معلوم نہیں اور زید کی بات سچّی ہی ہوتی کیا ضرور ممکن کہ فرق پڑجائے، جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہولیا اور اب تم نے کذبِ الٰہی کو زیرِ قدرت مانا تو عقلاً تو ہر خبر میں احتمالِ کذب ہوا ہی رہا یہ کہ خبرِ الٰہی یقین دلائے کہ اللہ عزوجل اگرچہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر کبھی بولا، نہ بولے، ہیہات اس یقین کی طرف بھی کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ خبر کلامِ الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی تو عقلاً ممکن کہ یہی بروجہ کذب صادر ہُوئی ہو پھر وُہ کون سا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے کہ یہ ممکن جو قدرتِ الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے، رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرع سے مستفاد ہوگا اور دلائل شرعیہ سب کلام الٰہی کی طرف منتہی، کما مرمن ارشاد امام الحرمین (جیسا کہ امام الحرمین کے ارشاد سے گزرا۔ت)، تو جس کلامِ الٰہی سے کذبِ الٰہی کا استحالہ ثابت کیجئے پہلے خود اسی کلام الٰہی کا وجوب صدق شرعاً ثابت کرلیجئے۔ لاجرم دور یا تسلسل سے چارہ نہیں اب عقلی و شرعی دونوں استحالے اُٹھ گئے اور اللہ تعالٰی کی بات معاذاللہ زید و عمرو کی سی بات ہوکر رہ گئی تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (یہ جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے نہایت ہی بلند ہے۔ت) پھر حشر و نشر و جنت و نار وغیرہا تمام سمعیات پر ایمان لانے کا کیا ذریعہ ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم، ھذا ما عندی فی تقریر دلیل ھؤلاء الاعلام وفی المقام ابحاث طوال تعرف بالغوص فی لجج الکلام (میرے نزدیک ان علماءِ اعلام کی دلیل کی وضاحت و تفصیل یہی ہے اس مقام پر بڑے تفصیلی مباحث ہیں جو کلام کے سمندر میں غوطہ زن ہونے سے معلوم ہوتے ہیں۔ت)

دلیل سوم مواقف و شرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الکذب علیہ تعالٰی عندنا فثلٰثۃ اوجہ (الٰی ان قال) وایضاً فیلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامہ سبحانہ ان تکون نحن اکمل منہ فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا[1]

یعنی کذبِ الٰہی کا محال ہونا ہم اہلسنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہوجائیں یعنی جس وقت ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

اقول تقریر دلیل یہ ہے کہ ہر محکی عنہ میں امکان عقلی کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اس وجہ کی رُو سے فضل رکھتا ہے اگرچہ اور کروڑوں وجہ سے مفضول ہو، اب اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو معاذاللہ جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو

---

[1] شرح المواقف المقصد السابع فی انہ تعالٰے متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۱۰۱

مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے افضل ہو جائے اور باری عزوجل پر کسی جہت سے کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف و مضمحل ہو ملنا محال، تو ثابت ہُوا کہ امکان کذب باطل خیال ہے۔ فافھم والعزۃ ﷲ ذی الجلال (پس غور کیجئے اور عزت اللہ ذو الجلال کے لئے ہے۔ ت)

ثم اقول اس دلیل کی ایک مختصر تقریر یوں ممکن کہ اگر کذبِ خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا، العیاذ باللہ رب العلمین، لیکن صدقِ خلق محال نہیں تو کذبِ خالق ممکن نہیں۔

دلیل چہارم جس کی طرف امام فخر الدین رازی نے نص ۱۶ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہلسنت کے نزدیک اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔ **اقول** وباللہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن[ع] و حدیث و اجماع سے ثابت، مخالفان عنید یعنی طائفہ جدیدہ کو بھی مقبول کہ وُہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ

ع اما القراٰن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون[۱] o وقولہ تعالٰی ومن اصدق من اللہ قیلا[۲] فان المعنی ان اللہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنی فی حدیث ابن ماجۃ[۳] وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ و ابن مردویۃ فی تفسیریھما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ۔

ع قرآن میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون زیادہ سچا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر صادق ہے اور اصدق کا حمل صادق مع زیادۃ کا حمل ہے، رہی حدیث تو حدیث میں اسماء حسنٰی میں صادق کو شمار و شامل کیا گیا ہے، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر اور امام ابونعیم نے "کتاب الاسماء الحسنٰی" میں ذکر کیا، رہا اجماع تو واضح ہے، اس کا انکار کیا ہی نہیں جاسکتا ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶ [۲] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲
[۳] سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب اسماء اللہ عزوجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۳

جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا ہمگر جاہل کہ صادق بالفعل مانتا ہی ان کے مذہب نامہذب کا استیصال کرگیا کہ جب وُہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم، تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذاتِ الٰہی سے قیام حوادث محال، تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے بعینہ اسی طریقہ سے ہمارے ائمہ کرام نے تکوین وغیرہ کا صفاتِ ازلیہ سے ہونا ثابت فرمایا، شرح عقائد نسفی میں ہے:

(التکوین صفۃ) ﷲ تعالٰی لاطباق العقل و النقل علٰی انہ تعالٰی خالق للعالم مکون لہ و امتناع اطلاق الاسم المشتق علی الشیئ من غیر ان یکون ماخذ الاشتقاق وصفا لہ قائما بہ (ازلیۃ) بوجوہ الاول انہ یمتنع قیام الحوادث بذاتہ تعالٰی لمامر[1] اھ ملخصًا۔

(تکوین صفت ہے) اللہ تعالٰی کی، کیونکہ عقل ونقل اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالٰی جہان کا خالق اور بنانے والا ہے اور کسی شَے پر اسم مشتق کا اطلاق اس وقت تک ممتنع ہوتا ہے جب تک مادہ اشتقاق اس کا وصف اور اس کے ساتھ قائم نہ ہو (ازلی ہے) اس پر متعدد دلائل ہیں، اوّل یہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات اقدس کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

ﷲ تعالٰی متکلم بکلام ھو صفۃ لہ ضرورۃ امتناع اثبات المشتق لشیئ من غیر قیام ماخذ الاشتقاق بہ[2]۔

اللہ تعالٰی متکلم بکلام ہے اور یہ اس کی صفت ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ کسی شَے کے لئے مشتق کا اثبات اس کے ساتھ ماخذ اشتقاق کے قیام کے بغیر ممتنع ہوتا ہے (ت)

منح الروض میں مسامرہ سے ہے:

الایمان من صفات اللہ تعالٰی من اسمائہ الحسنٰی المؤمن کما نطق بہ الکتاب العزیز، و ایمانہ ھو تصدیقہ

ایمان، اللہ تعالٰی کی صفات میں سے ہے کیونکہ اس کے اسماءِ حسنٰی میں "المؤمن" بھی ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور اس کا ایمان ازل

---

[1] شرح العقائد النسفیہ بیان صفات باری تعالٰی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۵۰

[2] " " " " " " " ص ۴۴

فی الازل بکلامہ القدیم ولا یقال ان تصدیقہ محدث ولا مخلوق تعالی اللّٰہ ان یقوم بہ الحادث[1] اھ ملخصًا۔

میں کلام قدیم کی تصدیق ہے، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی تصدیق محدث و مخلوق ہے کیونکہ وہ اس سے بلند ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادث قائم ہو اھ ملخصًا (ت)

اور جب صدقِ الٰہی ازلی ہُوا تو امکان کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں تحقیقا لمعنی التضاد (کیونکہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ت) اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں مبین ہوچکا کہ قدیم اصلاً قابل عدم نہیں فتبصر۔

دلیل پنجم اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہوسکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا، تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہوجائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالٰی ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا[2] (اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون سے سچی بات فرمانے والا۔ ت) امتناعِ کذب الٰہی پر اہل سنّت کی دلیل بیان کرتے ہیں:

اما اصحابنا فدلیلھم انہ لوکان کاذبا لکان کذبہ قدیما، ولوکان کذبہ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم، ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہ صادقا، لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الاٰخر فلوکان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنہ غیر ممتنع، لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانہ لایمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ، والعلم بھذہ الصحۃ ضروری، فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے، تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم، ممتنع ہوتا ہے، اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیماً ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شئے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر باب الایمان مخلوق اَولاً مصطفی البابی مصر ص ۱۴۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

حاصلا لامحالة [1] | میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحت کا علم یقین ضروری ہے جب امکانِ صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔(ت)

اقول وباللہ التوفیق تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہئے نہ، تو قول بالمتنا قضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام [ع] کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے، اور اگر کہئے ہاں، تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی شق اول باطل کہ امکانِ قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیتِ کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالۂ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اُس کا زوال محال ہوگا اِس کا ثبوت ممتنع ہوگا، اور امکانِ وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، تحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لا لعارض کما ھٰھنا (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے کہ ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے، جیسا کہ یہاں ہے۔ ت) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہوجانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعاً باطل تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالٰی کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل، اور استحالۂ کذب قطعاً حاصل،

والحمد للہ اصدق قائل الدلائل الفائضۃ علی قلب الفقیر بعون القدیر عز جدہ وجل مجدہ۔ | تمام تعریف اللہ تعالٰی کی ان سچے دلائل پر جو قدیر عزجدہ وجل مجدہ کی مدد سے فقیر کے دل پر وارد ہوئے۔(ت)

دلیل ششم اقول وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے بیان کرتا ہوں) کلام الٰہی

ع: ای انشاء لا حکایۃ اذ لا کلام فیہا کما لا یخفی ففی القرآن العظیم جمل عن الکفار من اراجیفھم الباطلۃ ۱۲ منہ۔ | یعنی بطور انشاء نہ کہ بطور حکایت کیونکہ اس میں کلام ہی نہیں جیسا کہ واضح ہے تو قرآن میں ایسے جملے موجود ہیں جن میں کفار کی باطل ادا کا تذکرہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ومن اصدق من اللہ حدیثا المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/ ۲۱۷، ۲۱۸

ازل میں بایجاب کلی حق تھا، معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا نہ حق نہ باطل شق ثانی تو کفر صریح[علہ] اور ثالث میں مطابقت ولامطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال، اوّلاً بالبداہۃ،

فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین۔

کیونکہ انفصال حقیقی کے دونوں محمول کا موضوع سے ارتفاع نقیضین کے ارتفاع کی طرح ہوتا ہے۔ (ت)

ثانیاً باجماع عقلاً،

حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعہ[عہ۲] فی مجرد التسمیۃ۔

حتی کہ جاحظ معتزلی بھی قائل ہے نزاع محض نام میں ہے۔ (ت)

[علہ] ای فلایرضی بہ المخالف ایضا فلا ینافی عقلیۃ البرھان وانما اکتفی بہ قصرا للمسافۃ والافلہ طریق قد عرفت وھو وجوب الکذب وامتناع الصدق الباطل ببداھۃ العقل ۱۲ منہ۔

[علہ] یعنی اس پر مخالف بھی راضی نہ ہوگا اور یہ عقلی برہان کے منافی نہیں اختصاراً اسی پر اکتفاء کیا گیا ورنہ اس کیلئے وہ طریق جو جان چکا کہ وہ کذب کا وجوب اور صدق کا امتناع ہے جو بداہۃ عقل سے باطل ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۲] فیہ المقنع وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منہ۔

[عہ۲] یہی کافی ہے اجماع اور نص کی بات بطور تبرع ونفل ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۳] الخبر عند الجمھور اما صادق او کاذب لانہ اما مطابق للواقع الذی ھو المخبر عنہ وھو الصادق اولا مطابق وھو الکاذب وھذہ المنفصلۃ حقیقیۃ دائرۃ بین النفی والاثبات ونزاع من نازع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغۃ ھل ھما لھذین المعنیین لافی صدق ھذہ المنفصلۃ[۱] اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ۔

[عہ۳] جمہور کے نزدیک خبر صادق ہے یا کاذب کیونکہ اگر وہ واقع کے مطابق ہے تو صادق، اگر مطابق نہیں تو کاذب، اور یہ منفصلہ حقیقیہ ہے جو نفی واثبات کے درمیان دائر ہے اور جس نے بھی اس میں نزاع کیا ہے وہ صرف لغۃً لفظ صدق وکذب کے اطلاق میں کیا ہے کہ کیا وہ ان دونوں معنی کے لئے ہیں منفصلہ حقیقیہ جس کے دونوں محمول مرتفع ہوں، کے صدق میں نہیں، اھ، مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہٗ ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۷

ثالثاً خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق۔

قال مولٰنا ذوالجلال فماذا بعد الحق الا الضلٰل [1]

ہمارے مالک صاحب جلال کا فرمان ہے: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ (ت)

تو لاجرم شق اول متعین اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو اب ہم پوچھتے ہیں کذب ممکن علی فرض الوقوع صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی، اول محض بے معنی کہ صدق وکذب حقیقۃً وصف معنی ہے نہ صفت عبارت۔ ولہذا شرح مقاصد میں فرمایا:

طریق اطراد ھذا الوجه فی کلامه المنتظم من الحروف المسموعة انه عبارة عن کلامه الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنی [2]

یہ تو ایسی کلام میں جاری ہو رہا ہے جو حروف مسموعہ سے بنی ہے اور یہ کلام ازلی سے عبارت ہے اور صدق وکذب کا مرجع معنی ہے (ت)

برتقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم یا علی تقدیر التجزی اس کا بعض ہوگا جو ازل میں ایجاباً کلیاً صادق تھا یا اس کا غیر، شق ثانی پر قیام حوادث لازم اور اول میں انقلاب صدق بکذب کہ کلام بشر میں بھی محال، سچی بات کبھی جھوٹی

ع یہاں بعض اذہان میں یہ شبہہ گزرتا ہے کہ زید آج قائم ہے تو قضیہ زید قائم حق ہے، کل قائم نہ رہا تو زید لیس بقائم حق ہوگیا اور اس کی حقیقت اس کے کذب کو مستلزم، **اقول** ان صاحبوں نے فعلیہ ودائمہ میں فرق نہ کیا یا نہ جانا کہ دو مطلقہ عامہ میں تناقض نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

الخبر الصادق صادق دائما والکاذب کاذب دائما [3]

خبر صادق ہمیشہ صادق اور خبر کاذب ہمیشہ کاذب ہوتی ہے (ت)

مولانا قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

ولا یمکن ان یتلاقیا فی شیئ من الاخبار، وفرق بین تحقق مصداق الخبر وصدقه فان الاول قد یختلف بحسب الاوقات واما

دونوں کا کسی خبر میں جمع ہونا ممکن نہیں، اور خبر کے مصداق کے تحقق اور اس کے صدق میں فرق ہے کیونکہ پہلا اوقات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۳۲

[2] شرح المقاصد المبحث السادس فی انه تعالٰی متکلم دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۰۴

[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مطبع انصاری دہلی ص ۱۰۶

نہیں ہوسکتی نہ جھوٹی کبھی سچی۔ ورنہ مطابقت ولامطابقت میں تصادم لازم آئے اور نقیضین باہم نقیضین نہ رہیں بالجملہ کلام صادق کے لئے ثبوتِ صدق ضروری، تو سلب ضرورت ضرورۃً مسلوب، وھو المطلوب۔

وانت تعلم ان صدور الکلام القدیم منہ سبحانہ وتعالٰی لیس علی وجہ الاختیار فان القدیم لایستند الی المختار من حیث ھو مختار والقراٰن کلام اللہ غیر مخلوق ولا فی اقتدار فلایستزلک الشیطان ان الاستحالۃ انما جاءت من قبل ان المولٰی سبحانہ وتعالٰی لم یصدر فی الازل الاکلامًا صادقًا وھو لایقدر ان یخلق لنفسہ صفۃ حادثۃ فبقی الامکان فی بدو الامر علی ما کان۔

اور تم جانتے ہو اللہ تعالٰی سبحانہ سے کلام قدیم کا صدور اختیاری نہیں کیونکہ قدیم کسی مختار من حیث مختار کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا، قرآن اللہ تعالٰی کا کلام ہے جو مخلوق نہیں اور تحت قدرت نہیں ———— تمہیں شیطان اس بات سے نہ پھسلا دے کہ استحالہ یہاں سے لازم آیا کہ اللہ تعالٰی سے ازل میں کلام صادق ہی صادر ہوا، اور وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنی ذات کے لئے صفت حادثہ پیدا کرے تو ابتدائی امر میں امکان باقی رہا جیسا کہ تھا۔ (ت)

دلیل ہفتم وھو اخصر واظھر **اقول** وباللہ التوفیق (جو نہایت مختصر اور بہت ہی واضح ہے، میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت) امکان کذب اصلی کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلامدلول[عــه]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صدق الخبر فدائم فان صدق المطلقۃ دائم فالصادق صادق دائما، فلایدخلہ الکذب اصلا والا اجتمعا، والکاذب کاذب دائما فلایدخلہ الصدق[۱] اھ ملخصا ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

رہا صدقِ خبر تو وہ دائمی ہے کیونکہ مطلقہ کا صدق دائمی ہوتا ہے لہذا صادق ہمیشہ صادق ہی ہوگا اور اس میں کبھی بھی کذب داخل نہیں ہوسکتا ورنہ دونوں کا اجتماع ہوجائے گا اور کاذب ہمیشہ کاذب ہی رہے گا اس میں صدق داخل نہیں ہوسکتا اھ ملخصا ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

عــه المدلول ھو المعنی فلا نقض بالمعدوم ۱۲ منہ۔

عــه مدلول وہ معنی ہی ہے لہذا معدوم کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۰۲

یا کذبِ دال مع صدق المدلول لازم آئے اور یہ دونوں بالبداہۃ محال، اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکانِ کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل و دوام و وجوب متلازم و بوجہ آخر اوضح و ازہر۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) تمہارے دعوٰی کا حاصل یہ کہ بعض ماھو کلام اللہ تعالٰی فھو ممکن الکذب بالضرورۃ (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور ممکن الکذب ہے۔ ت) اور شک نہیں کہ کل ماھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ (اور جو ممکن الکذب ہو وہ ضرور کاذب ہوتا ہے۔ ت) کہ کلامِ واحد میں امکانِ کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں اور فعلیت کذب امتناع صدق اور امتناعِ صدق ضرورت کذب ہے، نتیجہ نکلا بعض ماھو کلام اللہ تعالٰی کاذب بالضرورۃ (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور کاذب ہے۔ ت) اب اس میں وصف عنوانی کا صدق خواہ بالفعل لو کماھو المشھور (جیسا کہ یہ مشہور ہے۔ ت) خواہ بالامکان لو کماھو عند الفارابی (جیسا کہ فارابی کے ہاں ہے۔ ت) ہر طرح باری عزوجل کا معاذ اللہ کاذب بالفعل ہونا لازم۔ بر تقدیر اول تو لزوم بدیہی، اور بر تقدیر ثانی اس قضیہ یعنی بعض ماھو کلام اللہ بالامکان العام کاذب بالضرورۃ (جو اللہ تعالٰی کا کلام بامکان العام ہے وہ ضرور کاذب ہے۔ ت) کو کبرٰی کیجئے اور قضیہ کل ماھو کلام اللہ بالامکان العام فھو کلام اللہ بالفعل (ہر کلام جو کلام اللہ بامکان العام ہے وہ بالفعل کلام اللہ ہے۔ ت) کو صغرٰی، ثبوت صغرٰی یہ کہ باری تعالٰی کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں، شکل ثالث کی ضرب خامس پھر وہی نتیجہ دے گی کہ بعض ماھو کلام اللہ بالفعل کاذب بالضرورۃ (بعض کلام اللہ بالفعل ضرور کاذب ہے۔ ت) والعیاذ باللہ تعالٰی، بلکہ حقیقۃً یہ وجہ دلیل مستقل ہونے کے قابل، کما لایخفی علی المتأمل

ع: حاصل الوجہ الاول ان علی قول الامکان لابد من فعلیۃ فی الکلام النفسی و الا لامتنع فی اللفظی لانہ لایکون الاتعبیرا عن نفسی ولا امکان ھھنا لنفسی اٰخر غیرھٰذا الموجود المفروض ان لاکذب فیہ

ع: پہلی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ قول امکان پر کلام نفسی میں فعلیت ضروری ہے ورنہ کلام لفظی میں امتناع ہوگا، جب لفظی میں امتناع ہوگا تو نفسی میں امتناع ضرور ہوگا کیونکہ لفظی صرف نفسی کی تعبیر ہے جبکہ اس موجود نفسی جس میں کذب نہ ہونا مفروض ہے کے علاوہ کسی اور نفسی کا امکان نہیں اور تصادق کی کاذب

(باقی اگلے صفحہ پر)

واللہ الموفق لابطال الباطل (جیسا کہ کسی صاحبِ فکر پر مخفی نہیں، اور اللہ تعالٰی ہی ابطالِ باطل کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

دلیل ہشتم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدقِ الٰہی صفتِ قائمہ بذاتِ کریم ہے ورنہ مخلوق ہوگا کہ ذات وصفات کے سوا سب مخلوق اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق تو لازم کہ غیر متناہی دور ازل میں اللہ تعالٰی سچا نہ ہو، تعالٰی عن ذٰلک علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت) اور جب صدق صفت قائمہ بالذات ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال کہ تغیرِ مقتضٰی تغیرِ مقتضی کو مقتضی اور تغیرِ ذات عموماً محال خصوصاً جنابِ عزت میں جہاں تغیرِ صفت بھی مستحیل، تو لاجرم کذب منافیِ ذات ہُوا اور منافیِ ذات کا وقوع نافیِ ذات اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ متصور۔

دلیل نہم اقول وباللہ التوفیق ہم زیرِ دلیل چہارم و ہشتم بدلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا، فانھما ضدان والتضاد مایکون

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والتعبیر عن الصادق بالکاذب محال و اذا امتنع فی اللفظی امتنع فی النفسی و الا لـزم العجز عن التعبیر فلولم یوجد فی النفسی بالفعل لامتنع اصلا لکنہ ممکن عندک فیجب ان یوجد قید وم فیجب وحاصل الثانی ان لو امکن فی کلامہ لہ لوجد ذٰلک الکلام لعدم الانتظار فیکون بعض ما ھو کلامہ بالفعل ممکن الکذب ولا یمکن کذب کلام الا اذا کان کاذبا و الکاذب کاذب بالضرورۃ فبعض کلامہ بالفعل کاذب بالضرورۃ وظاھر ان بین الوجھین بونا بینا فھما دلیلان مستقلان حقیقۃ و الحمد للہ وبہ التوفیق ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

کے ساتھ تعبیر محال ہے اور جب لفظی میں امتناع ہے تو نفسی میں بھی ہوگا ورنہ تعبیر سے عجز لازم آئے گا، اور اگر وہ نفسی میں عملاً موجود نہیں تو وہ اصلاً موجود نہ ہوگا لیکن وہ تمہارے نزدیک ممکن ہے تو اس کا موجود ہونا ضروری ہوگا پس وہ دائمی اور واجب ہوگا اور ثانی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ کلام میں ممکن ہُوا تو عدمِ انتظار کی وجہ سے وہ کلام موجود ہوگا تو بعض کلام عملاً ممکن الکذب ہوگا اور کذب کلام اس وقت ممکن ہوگا جب کاذب ہو، اور کاذب بالضرورۃ کاذب ہی ہوگا، تو بعض کلام عملاً بالضرورۃ کاذب ہوگا تو دو دلیلوں کے درمیان واضح بُعد ہے لہذا یہ دونوں حقیقۃً مستقل دلیلیں ہیں، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے اور توفیق اسی سے ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

بحسب الورود علی محل واحد (یہ دونوں ضدیں ہیں اور تضاد جو ایک محل پر ورود کی صورت میں ہوتا ہے۔ت) **اب مخالف متعسف دفوراستحالات دیکھئے:**

اوّلاً لازم کہ کذبِ الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفاتِ باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تأثر[1] بالغیر یا تخلف[2] مقتضٰی یا تأخر[3] اقتضا یا حدوث[4] مقتضٰی لازم آئے۔ تعالی اللہ عنہ علواکبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ت)

ثانیاً واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفاتِ الٰہیہ سب واجب للذات ہیں۔

ثالثاً صدقِ[5] الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناع صدق ہے۔

رابعاً کذب صفتِ کمال ہو کہ صفاتِ باری سب صفاتِ کمال۔

---

[1] ان کان الاتصاف لا من الذات اقول ولو لتعلق الارادۃ فان التعلق حادث والحادث غیر فافھم فانہ علم فی نصف سطر ۱۲ منہ۔

[1] اگر اتصاف ذات کے اعتبار سے نہ ہو، اقول اگرچہ تعلق ارادہ کے اعتبار سے ہو کیونکہ تعلق حادث ہے اور حادث غیر ہے، اسے اچھی طرح جان لو کیونکہ اس نصف سطر میں سارا علم ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] ان اقتضی الذات ازلا ولم یتحقق ۱۲ منہ مد ظلہ وزید فیضہ القوی

[2] اگر ذات ازلاً تقاضا کرے اور وہ متحقق نہ ہو ۱۲ منہ مدظلہ وزید فیضہ القوی (ت)

[3] ان اقتضی فیما لایزال لا فی الازل ۱۲ منہ

[3] اگر وہ تقاضا کرے مگر ازل میں نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

[4] ان فرعن الکل والتزم تصاحب المقتضٰی والمقتضی ۱۲ منہ۔

[4] اگر سب سے فرار کرے اور مقتضٰی اور مقتضی کے ساتھ رہنے کا التزام کرے ۱۲ منہ (ت)

[5] فرق بین بناء الکلام علی قدم الصفۃ وان ما ثبت قدمہ استحال عدمہ وھی مقدمۃ عویصۃ الاثبات وبین بنائہ علی وجوبھا وامتناع ضدھا للذات وھو من اجلی الواضحات والحمد للہ رب البرایات ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

[5] کلام کی بنا، صفت کے قدیم ہونے پر اور واجب ہونے پر اس میں فرق ہے، اول کا مقدمہ کہ جس کا قدم ثابت ہو اس کا عدم محال ہے، اس کا اثبات پیچیدہ ہے۔ دوسرے کا مقدمہ کہ جو واجب ہو اس کی ضد ذات کے لئے ممتنع ہوتی ہے، یہ بہت واضح ہے، تمام تعریفیں کائنات کے رب کے لئے ہیں ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

خامسًا صدق صفت نقصان ہو کہ وہ عدم کذب کو مستلزم، اور اب عدمِ کذب عدمِ کمال، اور عدمِ کمال عین نقصان۔

سادسًا، سابعًا، ثامنًا صدق[عـ۵] کلی و کذب[عـ۶] جزئی، جب دونوں صفت[عـ۷] اور دونوں ممکن[عـ۸] تو دونوں واجب[عـ۹] تو دونوں محال[عـ۱۰] تو اجتماع[عـ۱۱] نقیضین و ارتفاع نقیضین و اجتماعِ اجتماع و ارتفاع سب حاصل، تاسع، عاشر، حادی عشر، بعینہٖ اسی طریقہ سے دونوں کمال، تو دونوں نقصان، تو دونوں مجمع کمال و نقصان، ثانی عشر، ثالث عشر، رابع عشر، جب دونوں صفت تو دونوں مقتضٰی، تو دونوں منافی، تو دونوں جامع اقتضا و تنافی، خامس عشر جب دونوں مقتضٰی تو وجودِ ذات مستلزمِ اجتماعِ نقیضین، اور جس کا وجود مستلزم محال ہو تو خود محال، تو بر تقدیر امکان کذب وجودِ باری معاذ اللہ محال ٹھہرتا ہے، مدعی معاند دیکھے کہ اس کی سلگائی آگ نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا، یہ سردست پندرہ[۱۵] استحالے ہیں اور ہر استحالہ بجائے خود ایک دلیل مستقل، تو اب تک آٹھ[۸] اور پندرہ تیئیس[۲۳] دلیلیں ہوئیں۔

دلیل بست و چہارم اقول و باللہ التوفیق۔ بالفرض اگر کذب کو عیب و منقصت نہ مانئے تو اتنا تو بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں ورنہ مولٰی تعالٰی کے لئے واجب الثبوت ہوتا اور عقلِ سلیم شاہد کہ باری عزوجل کے لئے ایسی شَے کا ثبوت بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ ہو۔ علامہ سعدالدین

عـ۵ یعنی ہر خبر میں صادق ہونا کہ بالفعل موجود ۱۲ منہ۔

عـ۶ یعنی بعض اخبار میں صادق نہ ہونا کہ مخالف ممکن مانتا ہے ۱۲ منہ۔

عـ۷ الاول لما فی الدلیل الرابع والثانی لما مر انفا ۱۲ منہ

عـ اول جیسا کہ چوتھی، آٹھویں اور دوسری میں ابھی گزرا ۱۲ منہ (ت)

عـ۸ ای بالامکان العام اما الاول فللوجود اما الثانی فبالفرض ۱۲ منہ۔

یعنی امکان عام کے ساتھ پہلا وجود کی وجہ سے اور دوسرا بالفرض ۱۲ منہ (ت)

عـ۹ وان کل صفۃ تجب للذات ۱۲ منہ۔

کیونکہ ہر صفت ذات کے لئے لازم ہے ۱۲ منہ (ت)

عـ۱۰ فان وجوب کل یستلزم استحالۃ الاخر کما مر مرارا ۱۲ منہ۔

کیونکہ ہر ایک کا وجوب دوسرے کے محال ہونے کو مستلزم ہے جیسا کہ کئی دفعہ گزرا ۱۲ منہ (ت)

عـ۱۱ فان الصدق الکلی یستلزم عدم الکذب والکذب الجزئی عدم الصدق الکلی ۱۲ منہ

کیونکہ صدق کلی عدم کذب کو اور کذب جزئی عدم صدق کلی کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)

تفتازانی مبحث رابع فصل تنزیہات شرح مقاصد میں فرماتے ہیں :

ان لم یکن من صفات الکمال امتنع اتصاف الواجب بہ للاتفاق علی ان کل مایتصف ھو بہ یلزم ان یکون صفۃ کمال[1]

اگر وہ صفات کمالیہ میں سے نہیں تو اس کے ساتھ واجب کا اتصاف ممتنع ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ واجب جس کے ساتھ متصف ہوگا اس کا صفتِ کمال ہونا ضروری ہے (ت)

علامہ ابن ابی شریف مسایرہ میں فرماتے ہیں :

یستحیل علیہ تعالٰی کل صفۃ لاکمال فیھا ولا نقص لان کلامن صفات الالٰہ صفۃ کمال[2]

اللہ تعالٰی کے لئے ہر وہ صفت محال ہے جس میں کمال ہو اور نہ نقص ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کی ہر صفت، صفت کمال ہے۔ (ت)

دلیل بست وپنجم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) بداہت عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا کذب مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں اور قرآن کلام اللہ قطعاً حق جس کے بعض قضایا مثل قولہ تعالٰی لا الٰہ الا اللہ وقولہ تعالٰی محمد رسول اللہ وغیرہما کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرع و توقیف سمع خود حکم کرتی ہے تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ کذب مطلق مقدور نہ رہے گا کہ کلام ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث ومخلوق تو کذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث ومخلوق ماننے کو مستلزم، اب بعد تنبیہ بھی اصرار کرو تو اپنے معتزلی کرامی گمراہ ہونے سے کیوں انکار کرو۔

دلیل بست وششم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) جب بر تقدیر امکان کذب، بوجہ بطلان ترجیح بلا مرجح ونیز بحکم بداہت غیر مکذوبہ ہر فرد کذب قدرت الٰہی میں ہُوا تو ہر فرد صدق مقدور رہوگا ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا، تو کذب فی البعض محال یا واجب حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، "ہذا خلف" پس صدق وکذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث تو کلام الٰہی سے مطابقت ولا مطابقت دونوں مرتفع اور یہ بداہۃً محال۔

دلیل بست وہفتم اقول وباللہ التوفیق کتبِ حدیث وسیر مطالعہ کیجئے بہت خوش نصیب ذی عقل

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع فی امتناع اتصافہ بالحوادث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۷۱

[2] المسامرۃ شرح المسایرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہل السنۃ اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹۳

بسبب صرف جمال جہاں آرائے حضور پُرنور سیدِ عالم سرورِ اکرم مولائے اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ لیس ھذا وجہ الکذابین یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں، اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا جس پر خوبی و بہارِ دو عالم نثار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور پاکی و قدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے، واللہ! اگر آج حجاب اٹھاویں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی مخالف اسے دلیل خطابی کہے مگر میں اسے حجت الیقانی لقب دیتا اور مسلمانوں کی بداہت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں:

یوم ینفع الصدقین صدقھم[1]، یوم لاینفع مال و بنون[2]، الا من اتی اللہ بقلب سلیم[3]۔

وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔ جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔ (ت)

بااین ہمہ اگر مجال باز نہ آئے تو دلیل ہفتم میں وجہ دوم کہ بجائے خود دلیل مستقل تھی، اس کے عوض معدود جانے بہرحال تیس کا عدد کامل مانے۔

دلیل بست و ہشتم قال عزوجل: ومن اصدق من اللہ قیلا[4] (اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے) **اقول** وباللہ التوفیق آیہ کریمہ نص جلی کذب الٰہی محال عقلی ہے، وجہ دلالت سُنئے خادم تفسیر و حدیث واقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل مطلق و نفی برتر و ہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں، سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے افضل ہیں ومن احسن من اللہ صبغۃ[5] یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے، ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ[6] ای ھو احسن قولا من کل من عداہ (اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔ت) علامۃ الوجود سیدی ابوالسعود علیہ الرحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر قولہ تعالٰی عزوجل ومن اظلم ممن افتری

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۹
[2] ؎ ؎ ۲۶/ ۸۸
[3] ؎ ؎ ۲۶/ ۸۹
[4] ؎ ؎ ۴/ ۱۲۲
[5] ؎ ؎ ۲/ ۱۳۸
[6] ؎ ؎ ۴۱/ ۳۳

علی اللہ کذبا[1] (اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا بولنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ ت) فرماتے ہیں،

ھو انکار واستبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذٰلک او مساویا لہ وان کان سبک الترکیب غیر متعرض لانکار المساواۃ ونفیھا یشھد بہ العرف الفاشی والاستعمال المطرد، فانہ اذا قیل من اکرم من فلان ولا افضل من فلان فالمراد بہ حتما انہ اکرم من کل کریم وافضل من کل فاضل، الایری الی قولہ عزوجل لاجرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون ٥ بعد قولہ تعالٰی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا الخ والسر فی ذٰلک ان النسبۃ بین الشیئین انما تتصور غالباً لاسیما فی باب المغالبۃ بالتفاوت زیادۃ ونقصانا فاذا لم یکن احدھما ازید یتحقق النقصان لا محالۃ۔[2]

یہ انکار واستبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہوسکتا اگرچہ بظاہر ترکیب انکار و نفی مساوات پر ضرب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلمہ استعمال شاہد ہے مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے فلاں فلاں سے زیادہ بزرگ ہے یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقیناً مراد یہ ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے، کیا رائے ہے اللہ تعالٰی کے اس فرمان مبارک میں "وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں" جس کے بعد فرمایا ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا، اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالباً دو چیزوں کے درمیان خصوصاً غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو بہرحال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔ (ت)

تو لاجرم معنیٰ آیت یہ ہیں کہ مولٰی عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور ظاہر کہ صدق[a] کلام فی نفسہٖ اصلاً قابل تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ اختلاف قدم وحدوث کلام یا بقا وفنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ذرا بھی فرق ہوا تو سرے سے

---

[a] الصدق تارۃ ینسب الی القول واخری الی القائل والکلام ھھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن ھذا عنک ۱۲ منہ۔

صدق کبھی قول کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی قائل کی طرف، واضح رہے یہاں گفتگو معنی اول میں ہے، یہ بات ذہن نشین رہے ۱۲ منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۱۹

سچ ہی نہ رہا، اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگرچہ فی نفسہٖ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشافِ تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی تنبیہ ہوتی ہے قرآنِ عظیم نے فرمایا محمد رسول اللہ کہ ہم بھی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا وُہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یُوں نظر کیجئے، فرقانِ عزیز نے فرمایا: وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا[1] (اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ ت) ہم کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی مالک، حق واضح ہے۔ ت) کیا وہ ارشاد کہ بچّے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس[۳۰] مہینے میں ہے، زیادہ سچا ہے، اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے، تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقۃً للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود ومعتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں؛ ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچّی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہٖ رسول سے ثابت ہوجائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکونِ طمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے،

دوسرے احتمالِ کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمالِ کذب سے زیادہ دُور ہے اور حقیقۃً تعبیر اوّل اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمالِ کذب سے دُوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پُوری ہوگی جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمالِ کذب سے پاک ومنزہ ہے، کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوفِ خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبرِ اہلِ تواتر کو دیکھتے ہیں تو وُہ بالبداہۃ بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں۔ تلویح میں ہے:

التواتر یوجب علم الیقین بمعنی ان العقل	متواتر سے علم یقین حاصل ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل یہ حکم

---

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

یحکم حکما قطعیا بانھم لم یتواطؤا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض لا بمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطئھم علی الکذب[1] اھ ملخصًا۔

لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقینًا نہیں ہوسکتا، جس پر ان کا اتفاق ہُوا ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کے امکان عقلی کا سلب ہوگیا ہے۔ (ت)

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا کما حققہ فی المواقف وشرحھا واشار الیہ فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرھما (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے اور اس کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔ ت) اسے پیشِ نظر رکھ کر کلام باری تعالٰی کی طرف چلئے، امکانِ کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وارادہ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی وخبر اہلِ تواتر کانٹے کی تول ہم پلّہ ہوں گے جیسا کہ احتمالِ کذب یقینی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظرِ امکان ذاتی جو احتمالِ عقلی خبرِ تواتر میں ناشی وہ بعینہٖ کلام الٰہی میں بھی باقی، پھر کلامِ الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدق میں ہمسری نہ کرسکنا کہ مفاد آیہ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت وقایۃ اللہ لھم دامت (ان کو اللہ تعالٰی کی حفاظت دائمی ہو۔ ت) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولٰی جل وعلا میں کسی طرح احتمالِ کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص، محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہوجائے عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن ودرخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلا[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر من اصدق من اللہ حدیثا[3] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن والحمد للہ رب العٰلمین۔

---

[1] التلویح والتوضیح لمتن التنقیح الرکن الثانی فی السنۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[3] " " ۴/ ۸۷

دلیل بست ونہم قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی : قل ای شیئ اکبر شہادۃ ط قل اللہ[1] (اے نبی ! تو کافروں سے پُوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے ، تو خود ہی فرما کہ اللہ)

اقول اللہ کے لئے حمد ومنت کہ یہ آیہ کریمہ آیہ سابقہ سے بھی جلی واظہر ، اور افادہ مراد میں اجلٰی وازہر ، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بحوالہ عرف یہاں صراحۃً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر واعظم واعلٰی ہے ، اب اگر معاذ اللہ امکان کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادت الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی مہیا اور جو احتمال اس میں باقی اس میں بھی پیدا تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے برات پر ایمان لائے ، باقی تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے ، فافہم واعلم واللہ اعلم۔

دلیل سیم قال ربنا عز من قائل ،

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لامبدل لکلمتہٖ وھو السمیع العلیم[2]

اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا ، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا

علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق وعدل پر ہے ، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

بیضاوی میں ہے :

بلغت الغایۃ اخبارہ واحکامہ ومواعیدہ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام[3]

اللہ تعالٰی کی اخبار ، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں ، اخبار ومواعید صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

المعنی انہا بلغت الغایۃ القاصیۃ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے کلمات اخبار ومواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام میں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۹

[2] " " ۶/ ۱۱۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) مع القرآن الکریم تحت ۶/ ۱۱۵ النصف الاول مصطفی البابی مصر ص۱۴۳

والاحکام لا احد یبدل شیئا منہ ذٰلک بما ھو اصدق واعدل ولا بما ھو مثلہ[1]

عدل کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں اس سے بڑھ کر کوئی اصدق و اعدل نہیں جو ان میں سے کسی حکم کو بدل ڈالے بلکہ ان کے مماثل بھی کوئی نہیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدق قائل کے لئے درجات ہیں:

درجہ ۱: روایات و شہادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو اور مخاطبات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روا نہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا مگر مزاحاً یا عبثاً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے نہ سننے والا یقین لاسکے مثلاً آج زید نے منوں کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے، ایسا شخص کاذب نہ گِنا جائے گا یا آثم و مردود الروایۃ نہ ہوگا تاہم بات خلافِ واقع ہے اور محض فضول وغیرنافع، اگرچہ نفس کلام میں حکایت واقع، مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع، ولہذا حدیث میں ارشاد فرمایا:

قال بعض اصحابہ فانک تداعبنا یا رسول اللہ

آپ کے بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ

عہ قال الامام حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی منکرات الضیافۃ من کتاب الامر بالمعروف من احیاء العلوم کل کذب لایخفی انہ کذب ولایقصد بہ التلبیس فلیس من جملۃ المنکرات کقول الانسان مثلاً طلبتک الیوم مائۃ مرۃ، واعدت علیک الکلام الف مرۃ، ومایجری مجراہ مما یعلم انہ لیس یقصد بہ التحقیق فذٰلک لایقدح فی العدالۃ و لاترد الشہادۃ بہ[2] ۱۲ منہ

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم کی کتاب الامر بالمعروف میں منکرات ضیافت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہر وہ کذب جس کا کذب ہونا مخفی نہ ہو اور اس سے کوئی فریب و دھوکا مقصود نہ ہو تو وہ منکرات میں سے نہیں ہوگا مثلاً انسان کہتا ہے میں نے آج تجھے سَو دفعہ تلاش کیا، میں نے آج تجھے ہزار دفعہ کہا ہے یا ان کے قائم مقام الفاظ جن سے معلوم ہو مقصود تحقیق نہیں تو یہ چیز عدالت پر قادح نہ ہوگی اور نہ ہی اس سے ایسے شخص کی شہادت مردود ہوگی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت ۶/۱۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۷۶

[2] احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف الباب الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۲/۳۴۱

فقال انی لا اقول الا حقا[1] اخرجه احمد والترمذی باسناد حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں صرف حق ہی کہتا ہوں۔ امام احمد اور ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

درجہ ۲: ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو، جس طرح قصائد کی تشبیبیں جیسے

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

(سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔ ت)

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، مگر نہ فضول بحث کہ تشحیذ خاطر وتشویق سامع وترقیق قلب وتزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم از انجاکہ حکایت بے محکی عنہ ہے، ارشاد فرمایا گیا: وما علمنٰہ الشعر وماینبغی لہ[2] نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

درجہ ۳: ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگرچہ کلام قائل بظاہر حکایت واقع ہے مگر تغلیط سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ ونصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین[3] (پہلوں کے قصے۔ ت) کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار لئام مدعیانِ اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام دعوٰی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے شیطان وملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں،

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی المزاح امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ، دہلی ۲/ ۲۰
مسند امام احمد از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۴۰

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۶۹

[3] 〃 〃 ۶/ ۲۵

تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی کی ذات گرامی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

درجہ ۴ : ہر قسم حکایت بے محکی عنہ کے تعمد سے اجتناب کلی کرے اگرچہ برائے سہو وخطا حکایت خلافِ واقع کا وقوع ہوتا ہو یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ ۵ : اللہ عزوجل سہواً وخطاً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے کہ:

ان اللہ تعالٰی یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابوبکر الصدیق فی الارض[1]، رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحارث فی مسندہ و ابن شاھین فی السنۃ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ تعالٰی آسمان کے اوپر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ زمین پر غلطی کریں۔ اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں، شیخ حارث نے مسند میں اور ابن شاہین نے السنۃ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درجہ ۶ : معصوم من اللہ ومؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو یہ رتبہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلٰوۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ۷ : کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ وجلالت عظیمہ بالذات کذب وغلط کی نافی ومنافی ہو اور اس کی ساحتِ عزت کے گرد اس گرد لوث کا گزر محال عقلی یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں، اب آیہ کریمہ ارشاد فرمارہی ہے کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلٰی درجہ منتہی پر ہے تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور ظلم وخلاف عدل باجماعِ اہلسنت محال عقلی ہے یونہی صدورِ کذب وخلافِ صدق بھی عقلاً ممتنع ہو، ورنہ صدق الٰہی غایت ونہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف، فثبت المقصود والحمد للہ العلی الودود (مقصود ثابت ہوگیا اور حمد اللہ بلند اور محبت فرمانے والے کے لئے ہے۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن معاذ بن جبل حدیث ۳۲۶۳۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۵۸
المعجم الکبیر 〃 〃 〃 ۱۲۴ المکتبۃ الفیصلیۃ البیروت ۲۰/ ۶۸

تنبیہ: اقول فرق ہے دلیل سمعی کے مناطِ استحالہ و مظہرِ استحالہ ہونے میں اوّل کے یہ معنی کہ استحالہ صدقِ آیت پر موقوف ہے یعنی ورودِ دلیل نے محال کردیا، اگر سمع میں نہ آتا عقلاً ممکن تھا یہ استحالہ شرعی ہوگا اور ثانی کا یہ حاصل کہ صدقِ آیت ماننا استحالہ پر موقوف یعنی اگر محال عقلی نہ مانئے تو مفادِ آیت صادق نہیں آتا یہ استحالہ عقلی ہوگا، فقیر نے ان تینوں دلیل آخرین میں یہی طریقہ برتا ہے، غایت یہ کہ کلام مقدمات مسلمہ پر مبنی ہوگا اس قدر دلیل کو عقلیت سے خارج نہیں کرتا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) خلاصہ یہ کہ آیات اِنّی اثبات ہیں نہ لِمّی ثبوت، والحمد للہ مالک الملکوت (تمام حمد ملکوت کے مالک کی ہے۔ ت) یہ بحمد اللہ تیس [۳۰] دلیلیں ہیں کہ عجالۃً حاضر کی گئیں، اور اگر غور و استقصا کی فرصت ہوتی تو باری عزّوجل سے امید زیادت تھی پھر بھی حق

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

(اگر خانہ میں کچھ ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔ ت)

واللہ الھادی الی الحق المبین والحمد للہ رب العالمین۔ اللہ تعالٰی ہی واضح حق کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں (ت)

تنزیہ سوم[ع]: رد ہذیانات امام وہابیہ میں

یا معشر المسلمین! ان ہمارے عنایت فرما مخالفین ھداھم اللہ تعالٰی الی الحق المبین (اللہ تعالٰی حق مبین کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ ت) کا معاملہ سخت نازک مجملہ براہ سادگی ایک شخص کو امام بنالیا

ع **تنبیہ ضروری:** قطع نظر اس سے کہ ان کے امام کاروان کے رَد کا امام ہے، بنظر نفس واقعہ فتنہ براہین بھی جس کے باعث یہ استفتا میرٹھ سے آیا اور حضرت مولانا دام ظلہ العالی نے یہ جواب ہادی صواب رقم فرمایا اس تنزیہ کا لکھنا نہایت ضروری تھا کہ اس براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل (جس کی مطلوب تک رسائی نہیں۔ ت) کا یہ قول اسی امام الوہابیہ کی حمایت میں ہے، انوار ساطعہ نے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا تھا کہ "کوئی جناب باری عزّاسمہٗ کو امکان کذب کا دھبا لگاتا ہے"[1] اور براہین قاطعہ نے اسی کے درد حمایت و حمیت جاہلیت میں لکھا "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا[2] الی اٰخر الجہالۃ الفاحشۃ"، تو اوّلاً بپاسِ امامت، ثانیاً بشرم حمایت، ہر طرح مُلّا گنگوہی صاحب پر (بشرطیکہ یہ رسالہ قدسیہ دیکھ کر ہدایت نہ پائیں اور بعلت

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدما میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۲

[2] الانوار الساطعۃ مع البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدما میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۳-۲

اور پیشِ خویش آسمان بریں پر اٹھا کر رکھ دیا، اب اس کے خلاف کسی کی بات قبول ہوتی تو بڑی بات، کان تک آئی اور طبیعت نے آگ لی، آہٹ ہوئی اور غصہ نے باگ لی، سُننے سے پہلے ہی ٹھہرا لیا کہ ہرگز نہ سنیں گے، بگڑنے کی قسم بنائے نہ بنیں گے، ان ہٹوں کا پاس ہدایت سے یاس دلا رہا ہے، مگر پھر بھی اظہارِ حق کے بغیر چارہ کیا ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم   تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(بات کا پہنچانا ضروری ہے میں نے وہ کر دیا اب تو میری بات سے نصیحت حاصل کر لے یا غصہ کر لے۔ت)

کاش خدا اتنی توفیق دے کہ اک ذرا دیر کے لئے تعصب و نفسانیت کو پان رخصت ملے قائل امام طرق ہے، معترض خصم فریق، ان حیثیتوں کے لحاظ سے نظر ہٹا کر چلے، پھر گوش ہوش کو اجازت شنیدن ہو، پھر میزان خرد کو حکم سنجیدن، اب اگر قولِ خصم قابلِ قبول ہو تو اتباعِ حق سے کیوں ناحق عدول ہو، ورنہ پھر وہی تم وہی تمھارے امام جو بادہ آج بکام ہے کل بھی درجام، اس چند ساعت میں نہ کچھ بنے بگڑے نہ رنگِ امامت جما ہُوا اکھڑے، ہاں اے وہ سوراخو جو سر کے دونوں جانب گوہرِ سماعت کے کان بنے ہو، جن پر ہوا کی موجیں نیسانِ سخن سے بارور ہوکر مہین مہین پیارے پیارے آوازوں کا جھالا برساتی اور ان قدرتی سیپوں میں ان ننھی ننھی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں، کیا کوئی تم میں القی السمع وھو شھید[1] (کان لگائے اور متوجہ ہو۔ت) کے قابل نہیں، ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑو جو سینوں کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشیں ہو جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سنانے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں، کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2] (کان لگا کر بات سُنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نجدیت نجدت و تہمت مکابرہ پر آئیں) اس تنزیہ کا جواب دینا بھی (اگر نفخ صور سے پہلے دے سکیں) نہایت ضروری و لازم ہے یہ تو کوئی مقتضائے غیرت نہیں کہ گھر بیٹھے حمایتِ امام کا بیڑا اٹھائیے اور جب شیر شرزہ کا نعرہ جانگداز سُنئے امام کو چھوڑ کر حمایت سے منہ موڑیئے اور انی بری منك انی اخاف[3] (میں تجھ سے بری ہوں مجھے ڈر ہے۔ت) کی ٹھہرائیے، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۳۷ [2] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸
[3] 〃 〃 ۵۹/ ۱۶

کا قائل نہیں؛ جانِ برادر! الیقین جان تعصب باطل و اصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے، شب درمیان فردا لوکنّا نسمع او نعقل[1] (اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔ت) کا، ھٰذا یوم عصیب[2] (یہ بڑی سختی کا دن ہے۔ت) الان موعدھم الصبح ط الیس الصبح بقریب[3] (بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔ت) اس دن رب ارجعون ○ لعلّی اعمل صالحًا[4] (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ت) کا جواب کلّا[5] (ہرگز نہیں۔ت) ہوگا اور طعن بے امان الم یاتکم نذیر[6] (کیا تمہارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہ آیا تھا۔ت) کے جگر دوز تیر میں بلا کا پلّا، ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے نہ صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مرجیہ، ظاہریہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمھیں ان قہر ٹھوکروں ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بیہڑ راہ کا ہدایت مآل، ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال،

اذا کان الغراب دلیل قوم ○ سیھدیھم طریق الھالکینا[7]

(جب کوا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ انھیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائیگا۔ت)

لٰہذا اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت ربنا ھٰؤلاء اضلونا[8] (اے ہمارے رب! انھوں نے ہم کو بہکایا تھا۔ت) کام نہ آئے اور لا تختصموا لدیّ[9] (میرے پاس نہ جھگڑو۔ت) کی غضب جھنجھلاہٹ اذ تبرأ الذین اتبعوا[10] (جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے۔ت) کا رنگ دکھائے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین[11] (اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ت) فقیر اس تمہید حمید و تہدید رشید کو اپنا شفیع بناکر مجالِ مقال میں قدم دھرتا اور دوڑتے دوڑتے نازک طبعوں گران سمعوں، چیں بجبینوں، ناتواں بینوں سے کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/۱۰

[2] القرآن الکریم ۱۱/۷۷

[3] القرآن الکریم ۱۱/۸۱

[4] القرآن الکریم ۲۳/۹۹ و ۱۰۰

[5] القرآن الکریم ۲۳/۱۰۰

[6] القرآن الکریم ۶۷/۸

[7]

[8] القرآن الکریم ۷/۳۸

[9] القرآن الکریم ۵۰/۲۸

[10] القرآن الکریم ۲/۱۶۶

[11] القرآن الکریم ۷/۸۹

عرض کرتا ہے ؎

کہنے کو ان سے کہتا ہُوں احوالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

یاایھا القوم! ان حضرت امام اول وہابیت ہندیہ معلم ثانی طوائف نجدیہ کو اپنی اُپج کا مزہ مقدم تھا بیباک روی میں اہلے کا عالم تھا، زبان کے آگے بارہ ہل چلتے، جب اُبلتے پھر کیا کسی کے سنبھالے سنبھلتے، جدھر جا نکلے مسجد ہو یا دَیر گی رکھنے سے پُورا بیر ؎

گہ بُت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش   از مذہب تو کافر مسلماں گلہ دارد

(کبھی تو بُت توڑتا ہے اور کبھی مسجد جلاتا ہے، تیرے مذہب سے کافر و مسلمان دونوں کو گلہ ہے)

اسی لئے حضرت کی ایک کتاب میں جو کفر ہے دُوسری میں ایمان، آج جو ولی ہے کل پکا شیطان، ایک آنکھ سے راضی دوسری سے خفا، ایک پر میں زہر دوسرے میں شفا، دُور کیوں جائیے ایک ہاتھ پر صراط ایک پر تقویت رکھ لیجئے، ایک دوسری کا رَد کر دے تو سہی اب ایک بڑی مصلحت ہے جس کے لئے حضرت نے اپنی تصانیف میں بڑے بڑے پاپڑ بانڈھے، اور عیش کوشی آئندہ آئندہ کا سامان کر لئے جیسے فقیر نے اپنے مجموعہ مبارکہ "البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ" مجلد سوم علے فتاوٰی فقیر مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں مفصل و مدلّل بیان کیا، سُوجھی کہ وُہ مطلب نہ نکلے گا جب تک اللہ تعالٰی کا وجوب صدق باطل نہ ہو لہٰذا رسالہ "یکروزی" میں امکانِ کذب کے قائل ہُوئے اور اس بیہودہ دعوے کے ثبوت کو بہزار جان کنی دو ہذیان بین البطلان ظاہر کئے:

ہذیان اول امام وہابیہ: اگر کذب[۲] الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالٰی جھوٹ

عـه اب الحمدللہ وہ بارھواں ہے ۱۲

عـه۲ علمائے دین نے جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رَد میں یُوں اپنا خبثِ نفس ظاہر کرتے ہیں:

قولہ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالٰی محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد

قولہ یہ محال ہے کیونکہ نقص ہے اور اللہ تعالٰی پر نقص محال ہے اقول اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہیں تو ہم نہیں مانتے کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو،

ایھا المسلمون! حماکم اللہ شر المجون (اے اہل اسلام، اللہ تعالٰی تمھیں اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ت) للہ! بنظرِ انصاف اس اغوائے عوام وطغوائے تمام کو غور کرو کہ اس لبس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں،

اولاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرتِ انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں، قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

واللہ خلقکم و ما تعملون[1] تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق وکذب کفر ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست، کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیرست، ولہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ بیشمارند[2] الخ

یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ اور انبیاء پر قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی، قدرت ربانی سے زائد ہوجائے کیونکہ قضیہ غیر مطابق للواقع، اور اس کا القاء مخاطبین اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں الخ(ت)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ عفا اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/۹۶

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین ؎۱ تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔

ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

؎ ماشئت کان وما تشاء یکون لا ما یشاء الدھر والافلاک

(جو تُو نے چاہا ہوگیا جو آپ چاہیں گے وہ ہوجائے گا، نہیں ہوگا جو دہر اور افلاک چاہیں گے۔ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرتِ الٰہی سے جُدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود و مکذب۔

ثانیًا **اقول** اس ذی ہوش سے پُوچھو انسان کو اپنا بڑا جھُوٹ بولنے پر قدرت ہے یا معاذ اللہ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت بڑھنا ؎۱ تو جب ہوتا کہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہوگئی ولکن "من لم یجعل لہ نورا فما لہ من نور" ؎۲ (لیکن "جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں"۔ت)

؎ **فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ:** ایھا المسلمون بر ظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے اُسے نہیں، نہ یہ کہ اسے جس شے پر قدرت ہے وہ تو اُس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی سمجھے گا، یہاں بھی دو چیزیں ہیں: ایک کذب انسانی، وہ قدرت انسانی میں مجازًا ہے اور قدرت ربانی میں حقیقۃً۔ دوم کذب ربانی، اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی، تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذ اللہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی، ہُوا یہ کہ ملاجی نے بغایت سفاہت وغباوت کہ تمغائے عامہ اہل بدعت ہے، یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے ورنہ جو چیز مقدورِ انسان تھی مقدورِ رحمٰن نہ ہوئی، ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرقِ معنی اصلًا نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذاتِ انسان ہے، دُوسری جگہ ذاتِ رحمٰن جل وعلا، پھر جو شے قدرتِ انسانی میں تھی قدرتِ ربانی سے کب خارج ہوئی، کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار ؎۳ ۱۲ منہ

؎۱ القرآن الکریم ۸۱/ ۲۹ ؎۲ القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰
؎۳ " " ۴۰/ ۳۵

ثالثاً حضرت کو اسی "یکروزی" میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب ومنقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب ونقصان آنا محال عقلی، اور ہم اسی رسالہ کے مقدمے میں روشن کرچکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہوجانا ہے۔ حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز وقدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہری المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب واجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انه تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا[1] یعنی اللہ تعالٰی اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔

تعالی اللہ عما یقولون الظالمون علوا کبیرا لقد جئتم شیئا ادا ○ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ○ ان دعوا للرحمٰن ولدا ○ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ○[2]

ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گرجائیں ڈھے کر اس پر کہ انھوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ (ت)

سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب الوفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں:

فانظر اختلال هذا المبتدع کیف غفل عما یلزم علی هذه المقالة الشنیعة من اللوازم التی لاتدخل تحت وهم وکیف فاته ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیة القدرة اما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرة فلا یتوهم عاقل ان هذا عجز[3]

یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔

---

[1] الملل والنحل لابن حزم

[2] القرآن الکریم ۱۹ / ۸۹ تا ۹۲

[3] المطالب الوفیة لعبدالغنی النابلسی

اسی میں فرمایا:

وبالجملۃ فذلك التقدیر الفاسد یؤدی الی تخلیط عظیم لایبقی معہ شیئ من الایمان ولا من المعقولات اصلاً۔[1]

یعنی یہ تقدیر فاسد (کہ باری عزوجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت درہمی و برہمی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان کا نام رہے نہ اصلاً احکام عقل کا نشان۔

اسی میں فرمایا:

وقع ھھنا لابن حزم ھذیان بین البطلان لیس لہ قدوۃ ورئیس الا شیخ الضلالۃ ابلیس۔[2]

یعنی مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس مگر سردار گمراہی ابلیس۔

کنز الفوائد میں ہے:

القدرۃ والارادۃ صفتان مؤثرتان والمستحیل لایمکن ان یتأثر بھما اذ یلزم منہ ان یجوز تعلقھما باعدام نفسھما واعدام الذات العالیۃ واثبات الالوھیۃ لما لایقبلھا من الحوادث وسلبھا عن مستحقھا جل وعلا فای قصور وفساد ونقص اعظم من ھذا وھذا التقدیر یؤدی الی تخلیط عظیم وتخریب جسیم لایبقی معہ عقل ولا نقل ولا ایمان ولا کفر ولعماوۃ بعض الاشقیاء من المبتدعۃ من ھذا صرح بنقیضہ فانظر عماء ھذا المبتدع کیف عمی یلزم علی ھذا القول

یعنی قدرت اور ارادہ دونوں صفتیں مؤثر ہیں اور محال کا ان سے متاثر ہونا ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت و ارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ تعالٰی کے عدم اور مخلوق کو خدا کردینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہوسکے اس سے بڑھ کر کون سا قصور و فساد و نقصان ہوگا، اس تقدیر پر وہ سخت درہمی اور عظیم خرابی لازم آئے گی، جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل، نہ ایمان نہ کفر، اور بعض اشقیائے بدمذہب کو جو یہ امر نہ سُوجھا تو صاف لکھ گیا کہ ایسی بات پر خدا قادر ہے اب اس بدعتی کا اندھا پن دیکھو کیونکر اسے نہ سُوجھیں وہ شناعتیں جو اس بُرے قول پر لازم آئیں گی جن کی طرف

---

[1] المطالب الوفیۃ لعبد الغنی النابلسی

[2] " " " " " " "

الشنیع من اللوازم التی لایتطرق الیہا الوہم[1] وہم کو بھی راستہ نہیں۔

مسلمان انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علماء نے اس بدمذہب ابن حزم پر کیں، اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

کذٰلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم[2]۔ وان اللہ لایہدی کید الخائنین[3]۔ ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں۔ اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ (ت)

(۳) ایضًا اقول العزۃ للہ، اگر دہلوی مُلّا کی یہ دلیل سچّی ہو تو دُو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہوجائیں، وجہ سُنئے جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کرسکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرتِ انسانی میں ہے تو واجب کہ ملّاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کرسکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہوچکا تو وُہ آفتیں جن کے سبب اہلِ اسلام اتخاذِ ولد کو محال جانتے تھے۔ امام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں، آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچّہ ہونے میں کیا زہر گھُل گیا ہے، وُہ کون سی ذلّت وخواری باقی رہی ہے جس کے باعث انھیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملّاجی سب کے لئے اسی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا آخر بچّہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یُوں کہ منی ناقابل عقد و انعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کرسکے گا بہرحال جب امورِ سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچّہ ہونا قطعاً ممکن اور خدا کا بچّہ خدا ہی ہوگا، قال اللہ تعالٰی:

قل[عہ] ان کان للرحمٰن ولد فانا اول تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے

عہ حملہ السدی علی الظاہر وعلیہ عول فی تکملۃ المفاتیح والبیضاوی والمدارک وارشاد العقل وغیرہا ولاشک انہ صحیح صاف لاغبار علیہ فای حاجۃ الی ارتکاب تاویلات بعیدۃ ۱۲ منہ۔ سدی نے اسے ظاہر پر محمول کیا اور اسی پر اعتماد ہے تکملۃ المفاتیح، بیضاوی، مدارک اور ارشاد العقل وغیرہا میں، اور بیشک یہ صحیح صاف ہے اس پر کچھ غبار نہیں تو پھر تاویلاتِ بعیدہ کے ارتکاب کی کیا حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز الفوائد
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸
[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

العابدین[1] پُوجنے والا ہُوں۔

تو قطعاً دُو خدا کا امکان ہُوا اگرچہ منافیِ غیرت ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن تو کروڑوں ممکن کہ قدرتِ خدا کو انتہا نہیں ولاحول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

خامساً مُلّائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے۔ آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سُننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے۔ آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلالے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے۔ مگر مُلّائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کرسکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا،

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کرسکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں، محتاج ہُوا محتاج خدا نہیں، ملوث ہوا ملوث خدا نہیں، تو شمس و امس کی طرح اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قولِ ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر،

ما قدروا اللہ حق قدرہ[2]، والعیاذ باللہ من اضلال الشیطٰن۔ انھوں نے اللہ تعالٰی کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

مگر "سبحان ربنا" ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان، اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر، شر، صدق، کذب، حسن، قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ و ارادۂ ازلیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر نہ اپنے لئے کسی عیب و منقصت پر قادر ہونا اس کی شانِ قدوسی کے لائق و درخور،

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا ٥ وسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدا کثیرا۔ اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح و شام اللہ تعالٰی کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے (ت)

ثم **اقول** ذہنِ فقیر میں ان پانچ کے علاوہ ہذیانِ مذکور پر اور ابحاثِ دقیقہ کلامیہ ہیں جن کے ذکر کے لئے مخاطب قابلِ فہمِ دقائق درکار، نہ وہ حضرات جن میں اجلّہ و اکابر کا مبلغ علم سیدھی

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[2] ؍؍ ؍؍ ۲۲/ ۷۴

24 نفسِ عبارت مشکوٰۃ وغیرہ سن سنا کر اجازت وسند کی داد وستد تا بہ اذکیا واصاغر چہ رسد، امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم واللہ الھادی وولی الایادی (ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم لوگوں کی عقل کے مطابق کلام کریں، اللہ تعالیٰ ہی ہادی اور مدد کا مالک ہے۔ ت)

ہذیان دوم مولائے نجدیہ :

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند واورا جل شانہ باں مدح می کنند بخلاف اخرس وجماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمی کند و پر ظاہر ست کہ صفت کمال ہمین ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد و بنا بر رعایت مصلحت ومقتضی حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد بسلب عیب کذب اتصاف بکمال صدق، بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد وتکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہر گاہ کلام صادق مے گوید کلام مذکور از و صادر مے گردد، وہر گاہ کہ ارادہ تکلم بکلام کاذب می نماید آواز او بند مے گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسے دیگر دہن او را بند می نماید یا حلقوم او را خفہ می کنند یا کسے کہ چند قضایا صادقہ را یاد گرفتہ است واصلا بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد و بنائً علیہ کلام کاذب از و صادر نمے گردد ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح نمی نشینند بالجملہ عدم تکلم کلام کاذب ترفعًا عن عیب الکذب وتنزہًا عن التلوث بہ از صفات مدح ست و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفاتِ مدائح نیست یا مدح آں بسیار

عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کے کمالات سے شمار کرتے ہیں اور اس جل شانہ کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں بخلاف گونگے اور جماد کے، ان کی کوئی عدم کذب سے مدح نہیں کرتا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹے کلام پر قادر تو ہو لیکن بنا بر مصلحت اور بتقاضائے حکمت تقدس جھوٹے کلام کا ارتکاب اور اظہار نہ کرے ایسا شخص ہی سلب عیب کذب سے ممدوح اور کمال صدق سے متصف ہوگا بخلاف اس کے جس کی زباں ہی ماؤف ہو اور جھوٹا کلام کر ہی نہیں سکتا یا اس کی سوچ وفکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہیں کر سکتا یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے اس سے وہ صادر ہوتی ہے اور جس جگہ جھوٹا کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آواز بند ہو جاتی ہے یا اس کی زباں ماؤف ہو جاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کر دیتا ہے یا اس کا کوئی گلا دبا دیتا ہے یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں اور وہ دیگر جملوں پہ کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا اور اس بنا پر اس سے جھوٹ صادر ہی نہیں ہوتا، یہ مذکور لوگ عقلاء کے نزدیک قابلِ مدح نہیں ہیں بالجملہ عیبِ کذب سے بچنے اور اس میں ملوث ہونے سے محفوظ رہنے کےلئے جھوٹے کلام کا عدم تکلم صفاتِ مدح میں سے ہے اور

ادون ست از مدح اوّلٰ انتہٰی بلفظہ الرکیک المختل۔ عاجز ہونے کی وجہ سے کلام کاذب سے بچنا کوئی صفاتِ مدح میں سے نہیں یا اس کی مدح ہو بھی تو پہلے سے کم ہوگی (رکیک خلل پذیر عبارت ختم ہُوئی)۔ (ت)

اس تلمیع باطل وطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ عدم کذب اللہ تعالٰی کے کمالات و صفات مدائح سے ہے اور صفتِ کمال وقابلِ مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظِ مصلحت عیب و آلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کہ کذبِ الٰہی مقدور وممکن ہو۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس ہذیان شدید الطغیان کے شنائع ومفاسد حدِ شمار سے زائد مگران تو سنیوں بدلگامیوں پر جو تازیانے بنگاہِ اوّلین ذہنِ فقیر میں حاضر ہوئے پیش کرتا ہُوں وباللہ العصمۃ فی کل حرف وکلمۃ (ہر حرف اور کلمہ میں اللہ کی عصمت ہے۔ ت)

تازیانہ ۱: اقول العزۃ للہ والعظمۃ للہ واللہ الذی لا الٰہ الا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے لئے ہے، اللہ تعالٰی کی ذات وُہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[2] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ت) للہ! یہ ظلم شدید وضلال بعید تماشا کردنی کہ جا بجا خود اپنی زبان سے کذب کو عیب ولوث کہتا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے لہذا ترفعاً عن عیب الکذب وتنزہا عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب ولوث سے آلودہ نہ ہو جاؤں کذب سے بچتا ہے، دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار وملوث ہونا ممکن، وُہ چاہے تو ابھی عیبی وملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت ومصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ ت) اور خود سرے سے اصل مبنائے خودسری دیکھئے، مُلّائے مقبوح کا یہ املائے مقدوح اس کلام ائمہ کے رَد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں، محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردشِ چشم میں تمام عقائد تنزیہ وتقدیس کی جڑ کاٹ گیا۔ عاجز، جاہل،

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷، ۱۸

[2] القرآن الکریم ۱۸/۵

احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مرکے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولی عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل وبے دلیل ہو کر رہ گئے۔ فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصلِ دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلہ ذات وصفات باری عزوجل متفرع ومبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اڑگئے، وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کریں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم و قدیر وحکیم ومرید ہے۔

اقول اولاً یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری باقی ہزارہا مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام باصفت صدق سے بھی متصف، یا نوم واکل وشرب سے بھی منزہ ہے۔

ثانیاً جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال، نہ یہ کہ ان کا حدوث ممتنع یا زوال محال، مثلاً اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لئے بیشک علم وقدرت وارادہ وحکومت درکار مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت، ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت، اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے۔

اقول اولاً بعض صفات سمع پر متقدم تو ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم۔

ثانیاً سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض وامراض وبول وبراز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثاً نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب واستحالہ وازلیت وابدیت کا پتا کہاں چلے گا مثلاً بکل شیئ علیم[1] علی کل شیئ قدیر[2] (سب کچھ جانتا ہے۔ ہر شَی پر قادر ہے۔ت) سے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم وقدرت ثابت، یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اس

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

[2] " " ۲/ ۲۰

سے محال، یونہی وھو یطعم ولا یطعم[1] (اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ ت) اور لا تأخذہ سنۃ ولا نوم[2] (اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ ت) کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دعوائے ازلیت و ابدیت و وجوب و امتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اُترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا مخالف ذی ہوش غیر مجنوں و مدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالٰی پر عیب ومنقصت محال بالذات، جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل،

انا للہ وانا الیہ راجعون[3] o کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[4] o

ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے، اللہ یوں ہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (ت)

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوتِ عام ہے اپنے مولائے مسلم و امام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول و براز سے بھی پاک ہے یا نہیں، حاش للہ! امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن و حدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، نہ افعال الٰہی اس نفی پر دلیل، اگر اجماعِ مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے مگر جانِ برادر! یہ بیشک ہم نے یونہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان، تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روا نہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوتِ اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل و روایت سے ثابت کروگے، حاشا نقلِ اجماع درکنار سلفاً و خلفاً کتابوں میں اس مسئلے کا ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول و براز کا وقوع ایسے آلاتِ جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزہ، تو اولاً ان آلات کے بطور آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزہ کے کیا دلیل جسے تمہارا امام و مولٰی رو بیٹھا۔

ثانیاً توقف ممنوع آخر بے آلات زبان و مردمک و پردۂ گوش کلام و بصر و سمع ثابت، یونہی بے آلات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴

[2] " " " ۲/ ۲۵۵

[3] " " " ۲/ ۱۵۶

[4] " " " ۴۰/ ۳۵

بول و براز سے کون مانع، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمہارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہو کر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی،

کذٰلك، لیحق الحق و یبطل الباطل و لوکرہ المجرمون[1] — اسی طرح کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا اگرچہ برا مانیں مجرم۔ (ت)

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار و امام مدعی اسلام نے کیا بیج بویا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسے ڈبویا، ہزاروں کفر شنیع و ضلال قطیع کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا، پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوٰی، او ناقص و عیبی و ملوث خدا کے پوجنے والے! کس منہ سے اپنے تراشیدہ موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے، سبحان اللہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل، العزۃ للہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف بہزار رجان و صد ہزار رجان برأت کرتا ہوں تیرے اس عیبی آلائشی تراشیدہ معبود اور اس کے سب پوجنے والوں سے۔ مسلمانو! تمہارے رب کی عزت و جلال کی قسم کہ تمہارا سچا معبود جل و علا وہ پاک و منزہ و سبوح و قدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمالیہ ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب و لوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات اس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری و منزہ کہ معاذ اللہ اپنے عیبی و ناقص بنانے پر حاصل ہو، نعم المولٰی و نعم النصیر[2] (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار۔ ت)

یہ ملائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب و فواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم و لحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر و غضب سے ڈر کر باز رہتا ہے،

ضعف الطالب والمطلوب[3] لبئس المولٰی و لبئس العشیر[4] — کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا، بیشک کیا ہی برا مولٰی اور بیشک کیا ہی برا رفیق۔ (ت)

او سفیہ ملوم کذوب ظلوم الوہیت و منقصت باہم اعلٰی درجہ تنافی پر ہیں، اللہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات

---

[1] القرآن الکریم ۸/۸
[2] " " ۲۲/۷۸
[3] " " ۲۲/۷۳
[4] " " ۲۲/۱۳

کمال واجب لذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا، ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون[1] (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ ت) عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالٰی کے لئے امکانِ ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح ذمسلمانوں کی تو خدا امان کرے) کسی سمجھ وال کا فرنے بھی بے دھڑک تصریح کردی ہو کہ عیب دلوث خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے —— صدق اللہ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ ت):

ومن اصدق من اللہ قیلا[2] فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[3] والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی۔

اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

ثمّ **اقول** طرفہ تماشا ہے کہ خدا کی شان معلم طائفہ کا تو وہ ایمان کہ خدا کے لئے ہر عیب کا امکان اور اربابِ طائفہ یوں بے وقت کی چھیڑ کرنا حق ہلکان کہ تمام امت[عہ] کے خلاف حق تعالٰی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مولف کے پیشوایانِ دین کا ہے مؤلف اس پر اظہار افسوس نہیں کرتا[4] حضرت! ذرا گھر کی خبر لیجئے وہاں مولائے طائفہ عجز وجہل وظلم وبخل وسفہ وہزل وغیرہا دنیا بھر کے عیب ونقائص کے امکان کا ٹھیکا لے چکے ہیں، پھر بالفرض غلط

عہ یہ عبارت براہین کے اسی صفحہ ۳ کی ہے جس کا خلاصہ صدرِ استفتاء میں گزرا یہاں ملا گنگوہی صاحب جناب مؤلف یعنی مکرمنا مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف انوارِ ساطعہ پر یوں منہ آتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کا عجز مانتے ہو جو محال پر اسے قادر نہیں جانتے ہو اور ہم تو اس کے لئے جھوٹ وغیرہ سب کچھ جائز رکھتے ہیں تو عجز تو نہ ہو اگرچہ خدائی گئی، ہزار تف اس بھونڈی سمجھ پر، رہا اس مغالطۂ عجز کا دندان شکن حل، وہ اس رسالۂ مبارکہ میں جا بجا گزرا، سبحان اللہ! محال پر قدرت نہ ہونے کو عجز جاننا الٰہی کیسے ناشخص کی تشخیص ہے، واللہ الہادی ۱۲ عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳۳

[2] " " ۴/ ۱۲۲

[3] " " ۲۲/ ۴۶

[4] البراہین القاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلا ساڈھور ص ۳

اگر کسی نے ایک جگہ عجز مان بھی لیا تو تمہارے امام کے ایمان پر کیا بے جا کیا ایک امر کہ خدا کے لئے اس سے کروڑ درجہ بدتر ممکن تھا، اس نے اس خرمن سے ایک خوشہ تسلیم کر لیا پھر کیا قہر کیا مگر تمہارا امام جو خدا کے ناقص عیبی ملوث آلائشی ہو سکنے پر ایمان لایا نہ یہ قابلِ افسوس نہ خلافِ اُمت ہے، یہ تو تمہارے پیشوایانِ دین کی مَت ہے، معاذ اللہ اس امام کی بدولت طائفہ بیچارے کی کیا بُری گت ہے۔

ثم **اقول** اس سے بڑھ کر مضلہ طائفہ تناقص صریح امام الطائفہ اسی مُنہ سے خدا کے لئے عیب و تلوث ممکن مانتا ہے اسی منہ سے کہتا ہے جھوٹ نہ بول سکے تو قدرت جو گھٹ جائے گی، جی گھٹ جائے گی تو کیا آفت آئے گی، آخر جہاں ہزار عیب ممکن تھے اینہم بر علم بُس ہے یہ کہ رب کریم رؤف و رحیم عزمجدہ اپنے اضلال سے پناہ میں رکھے آمین آمین بجاہ سید الھادین محمد الصادق الحق المبین، صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

تازیانہ ۲: اقول وباللہ التوفیق، ایہا المسلمون! حاشا یہ نہ جاننا کہ باری عزوجل کا عیوب و نقائص سے ملوث ہونا اس شخص کے نزدیک صرف ممکن ہی ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً اسے بالفعل ناقص جانتا اور کمال حقیقی سے دور مانتا ہے۔ اے مسلمان! کمال حقیقی یہ ہے کہ اس صاحبِ کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات[1] منافی تلوثات ہو اور قطعاً جو ایسا ہو گا اس پر ہر عیب و نقصان محالِ ذاتی ہو گا کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع یا ذات یا منافیِ ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع، اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب و نقصان کا امکان مانا تو قطعاً کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو کمال حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص وفاقد مرتبہ عالی ہوا، آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہلسنت کو مشرک کیوں کہتا ہے، اس کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے اثبات کمالات واجبہ للذات شرک ہے کہ لفظ وجوب جو مشترک ہو جائے گا اگرچہ وجوب بالذات و وجوب للذات کا فرق اس طفل مکتب پر بھی مخفی نہیں جو اربعہ و زوجیت کی حالت جانتا ہے، ولہذا اس فرقہ ضالہ نے باتباع کرامیہ کمالات الٰہیہ کو مقتضائے

عہ[1] وانتظر ما سنلقی علیک ان السفیہ قائل بالامکان الوقوعی بالوقوع لا بمجرد الامکان الذاتی ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ہماری آئندہ گفتگو کا انتظار کرو یہ بیوقوف امکان وقوعی بلکہ وقوع کا قائل ہے نہ کہ محض امکان ذاتی کا، ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ (ت)

عہ[2] ولا تنس ما اشرنا الیہ ۱۲ منہ۔

جس کی طرف ہم نے تمہیں متوجہ کیا ہے اسے مت بھولنا ۱۲ منہ (ت)

ذات نہ ٹھہرایا تو جیسے معتزلہ نے تعددِ قدماء سے بچنے کو نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یُونہی اس طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی اور اپنا نام موحد تراشا، وفی ذلک **اقول** ؎

خَسِرَ الَّذِیْنَ بِالْاِعْتِزَا	لِ وَ بِالتَّوَھُّبِ جَاءُوْا
ذَا اَھْلُ تَوْحِیْدٍ وَذَا	کَ مُوَحِّدٌ غَوَاءُ
نعم القلوب تشابہت	فتناسب الاسماءُ

(خسارے میں مبتلا ہیں جو معتزلی اور وہابی بنے، معتزلی اہلِ توحید اور وہابی موحد گمراہ، ان کے دل ایک جیسے ہیں اور ناموں میں بھی مناسبت ہے۔ ت)

تنبیہ نبیہ: جہول سفیہ کو جب کہ اس کے استاذِ قدیم ابلیس رجیم علیہ اللعن نے یہ نقصان وتلوث باری عزوجل کا مُہلکہ سکھایا، تو دوسری کتاب افصاح الباطل مسمّٰی بہ ایضاح الحق میں ترقیِ ضلال و شدتِ نکال کا رستہ دکھایا، یعنی اس میں نہایت دریدہ دہنی مسائل تنزیہ وتقدیس باری تعالٰی عزوجل کو جن پر تمام اہلسنت کا اجماع قطعی ہے صاف بدعت حقیقیہ بتایا، جری بیباک کی وہ عبارت ناپاک یہ ہے:

تنزیہ او تعالٰی از زمان ومکان وجہت واثبات رؤیت بلاجہت ومحاذات وقول بصدور عالم بر سبیل ایجاب واثبات قدم عالم وامثال آں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد[2] اھ ملخصاً۔

زمان، مکان، جہت اور رؤیت بلاجہت ومحاذات سے اللہ تعالٰی کو پاک کہنا اور جہان کا صدور بطور ایجاب وعالم کا قدم ثابت کرنا اور ایسے دیگر امور یہ تمام حقیقی بدعات ہیں جبکہ مذکور اعتقاد والے لوگ ان مذکورہ امور کو دینی عقائد میں شمار کرتے ہیں اھ ملخصاً (ت)

دیکھو کیسا بے دھڑک لکھ دیا کہ اللہ عزوجل کی یہ تنزیہیں تقدیسیں کہ اسے زمانہ ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف حق ماننا سب بدعتِ حقیقیہ ہیں، سچ ہے جب اللہ تعالٰی کے لئے ہر عیب وآلائش کو ممکن ماننا سنتِ ملعونہ امام نجدیہ ہے تو اس عزیز مجید جل مجدہ کی تنزیہ وتقدیس آپ ہی بدعت حقیقیہ شریعت

---

[1] الدیوان العربی بساتین الغفران رضا دار الاشاعت لاہور ص ۱۴۷

[2] ایضاح الحق الصریح (مترجم اردو) فائدہ اول ان امور کا بیان جو بدعت حقیقیہ میں داخل ہیں قدیمی کتبخانہ کراچی ص ۷۷

وہابیہ ہوگی، وہی حساب ہے ع

کہ تو ہم درمیان ما تلخی

(کہ تُو بھی مصیبت میں مبتلا ہے۔ت)

مشرکین بھی تو دینِ اسلام کو بدعت بتاتے تھے،

ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ان ھذا الا اختلاق[1] | یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سُنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے (ت)

خیر یہاں تک تو نری بدعت ہی بدعت تھی، آگے شرابِ ضلالت تیز و تُند ہوکر اونچی چڑھی اور نشّے کی ترنگ کیف کی امنگ دون پر آکر کفر تک بڑھی کہ اللہ عزوجل کو پاک و منزہ اور دیدار الٰہی کو بے جہت و مقابلہ ماننے کو مخلوقات کے قدیم جاننے اور خالق تعالٰی کو بے اختیار ماننے کے ساتھ گنا اور اسے ان ناپاک مسئلوں کے ساتھ کہ باجماع مسلمین کفر محض ہیں، ایک حکم میں شریک کیا، اب کیا کہا جائے سوا اس کے کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اچھے امام اور اچھے ماموم ع

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

تازیانہ ۳: اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) سفیہ سحیق کی اور جہالت وضلالت دیکھئے خود مانتا جاتا ہے کہ صدق اللہ عزوجل کی صفاتِ کمالیہ سے ہے، حیث قال: صفت کمال ہمین ست[3] الخ (جہاں اس نے یہ کہا صفتِ کمال یہی ہے الخ۔ت) پھر اسے امر اختیاری جانتا ہے کہ باری تعالٰی نے باوجود قدرت عدم برعایت مصلحت بطور ترفع اختیار فرمایا، اہل سنت کے مذہب میں اللہ عزوجل کے کمالات اس کے یا کسی کے قدرت و اختیار سے نہیں بلکہ باقتضائے نفس ذات بے توسط قدرت وارادہ و اختیار اس کی ذات پاک کے لئے واجب ولازم ہیں نہ کہ معاذاللہ وہ اس کی صنعت یا ان کا عدم اسکے زیر قدرت۔ تمام کتب کلامیہ اس کی تصریح سے مالامال، وہ احادیث و آثار تمہارے کان تک بھی پہنچے ہوں گے جن میں کلامِ الٰہی کو باختیارِ الٰہی ماننے والا کافر ٹھہرا ہے، اور عجب نہیں کہ بعض ان میں سے بھی ذکر کروں، مجھے یہاں حیرت ہے کہ اس بیباک بدعتی کو کیونکر الزام دوں، اگر یہ کہتا ہوں کہ صفات کمالیہ الٰہی کا اختیاری اور ان کے عدم کا زیرِ قدرت

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۷

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[3] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

باری نہ ہونا ائمہ اہلسنت کا مسئلہ اجماعی ہے تو اس نے جیسے اور مسائل اجماعیہ تنزیہ و تقدیس کو بدعت حقیقیہ لکھ دیا یہاں کہتے کون اس کی زبان پکڑتا ہے کہ ائمہ اہلِ سنت سب بدعتی تھے، اور اگر یوں دلیل قائم کرتا ہوں کہ صفت کمال کا اختیاری اور اس کے عدم کا زیر قدرت ہونا مستلزم عیب و منقصت ہے کہ جب کمال اختیاری ہُوا کہ چاہے حاصل کیا یا نہ کیا تو عیب و نقصان بھی روا ٹھہرا اور مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا موصوف بصفات کمالیہ ہونا کچھ ضروری نہ ہوا تو یہ اس بدمشرب کا عین مذہب ہے وہ صاف لکھ چکا کہ باری عزّ وجل میں عیب و آلائش کا ہونا ممکن، مگر ہاں ان کے پیروؤں سے اتنا کہوں گا کہ آنکھ کھول کر دیکھتے جاؤ کس معتزلی کرامی کو امام جانتے ہو جو صراحۃً عقائد اجماعیہ اہلِ سنت و جماعت کو رُد کرتا جاتا ہے، پھر نہ کہنا کہ ہم سُنّی ہیں۔

تنبیہ نبیہ : حضرت نے صفات کمالیہ باری جل وعلا کا اختیاری ہونا کچھ فقط صفت صدق ہی میں نہ لکھا بلکہ مسئلہ علمِ الٰہی میں بھی اس کی تصریح کی، کتاب تفویۃ الایمان مسمّٰی بہ تقویت الایمان، ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

(سیاہ حبشی کا نام الٹ کر کافور رکھتے ہیں۔ت)

میں صاف لکھ دیا :

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے[1]"۔

حاشا للہ! اللہ عزّوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں کھلم کھلا اقرار کر گیا کہ اللہ تعالٰے چاہے تو علم حاصل کرلے چاہے جاہل رہے، شاباش بہادر! اچھا ایمان رکھتا ہے خدا پر، اہلِ سنت کے مذہب میں ازلاً ابداً ہر بات کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وُہ کسی کے ارادہ و اختیار سے نہ اُس کا حاصل ہونا یا زائل ہو جانا کسی کے قابو و اقتدار میں، پیرو صاحبو! ذرا پیر طائفہ کی بدمذہبیاں گنتے جاؤ اور اپنے امام معظّم کے لئے ہم اہلسنت کے امام اعظم ہمام اقدام امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد واجب الانقیاد کا تحفہ لو فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیہا او شک فیہا فھو کافر باللہ تعالٰی[2]۔

صفات الٰہی ازلی ہیں، نہ حادث نہ کسی کے مخلوق تو جو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان میں تردد کرے یا شک لائے وُہ کافر ہے اور اللہ تعالٰی کا منکر۔

---

[1] تقویت الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴

[2] الفقہ الاکبر مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

اقول وجہ اس کی وہی ہے کہ صفات مقتضائے ذات تو ان کا حادث و قابل فنا ہونا ذات کے حدوث و قابلیت فنا کو مستلزم، اور یہ عین انکارِ ذات ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۴: اقول وباللہ التوفیق جب صدق الٰہی اختیاری ہوا اور قرآن عظیم قطعاً اس کا کلام صادق تو واجب کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا مقتضائے ذات نہ ہو ورنہ قرآن لازم ذات ہوگا اور صدق لازم قرآن اور لازم لازم لازم، اور لازم کا اختیاری ہونا بداہۃً باطل اور باجماع مسلمین جو کچھ ذات و مقتضائے ذات کے سوا ہے، سب حادث و مخلوق تو دلیل قطعی سے ثابت ہوا کہ مولائے وہابیہ پر قرآن عظیم کو مخلوق ماننا لازم، اس بارے میں اگرچہ حضرت عبداللہ[1] بن مسعود و عبداللہ[2] بن عباس و جابر[3] بن عبداللہ و ابو[4] درداء و حذیفہ[5] بن الیمان و عمران[6] بن حصین و رافع[7] بن خدیج و ابو[8] حکیم شامی و انس[9] بن مالک و ابوہریرہ[10] دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حدیثوں سے مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن مجید

---

[1] الشیرازی فی الالقاب والخطیب ومن طریقہ ابن الجوزی بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔

شیرازی نے القاب میں، خطیب نے اور ابن جوزی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] ابو نصر السجزی فی الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۱۲ منہ۔

ابو نصر السجزی نے الابانۃ عن اصول الدیانۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] اخرج عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔

ان سے خطیب نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[4] الدیلمی فی مسند الفردوس ۱۲ منہ۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

[5] الشیرازی فی الالقاب والدیلمی فی مسند الفردوس بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔

شیرازی نے القاب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[6] الدیلمی من طریق الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

دیلمی نے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[7] کالذی قبلہ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

یہ پہلے کی ہی مثل ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

[8] روی عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔

خطیب نے ان سے نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

[9] الدیلمی وھو عند الخطیب بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔

دیلمی میں ہے اور خطیب نے اسے ایک اور سند سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[10] ابن عدی فی الکامل ۱۲ منہ۔

ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

کے مخلوق کہنے والے کو کافر بتایا، مگر از انجا کہ ائمہ محدثین کو ان احادیث میں کلام شدید ہے، لہذا آثار و اقوال صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام علیہم رضا المنعام استماع کیجئے:

(ارشاد ا تا ۱۰) امام لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں:

انبأنا الشیخ ابو حامد بن ابی طاهر الفقیه انبأنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا محمد بن هارون الحضرمی حدثنا القاسم بن العباس الشیبانی حدثنا سفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار قال ادرکت تسعة من اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقولون من قال القراٰن مخلوق فهو کافر[1]

ہمیں خبر دی شیخ ابو حامد بن ابی طاہر الفقیہ نے انھیں خبر دی عمر بن احمد الواعظ نے انھیں خبر دی محمد بن ہارون الحضرمی نے انھیں خبر دی قاسم بن عباس الشیبانی نے ان سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے کہ حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نو صحابہ کو پایا کہ فرماتے تھے جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔

عن البیهقی فی الاسماء والصفات اسانیده مظلمة لاینبغی ان یحتج بشیئ منها ولا ان یستشهد بها[2] ابن الجوزی فی الموضوعات موضوع[3] الذهبی فی المیزان والحافظ فی اللسان والسخاوی فی المقاصد باطل[4] القاری فی المنح لا اصل له[5] السیوطی فی اللآلی فما رأیت لهذا الحدیث من طرق[6] ۱۲ منه سلمه ربه۔

بیہقی نے "الاسماء والصفات" میں کہا ان میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال و استشہاد درست نہیں، ابن جوزی نے موضوعات میں موضوع قرار دیا، ذہبی نے میزان میں اور حافظ نے لسان میں اور سخاوی نے مقاصد میں باطل کہا، علی قاری نے المنح میں کہا اس کی کوئی اصل نہیں، سیوطی نے اللآلی میں کہا میں نے اس حدیث کی کوئی صحت نہ پائی ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ اللالکائی فی السنۃ کتاب التوحید دار المعرفۃ بیروت ۱/۸

[2] المقاصد الحسنہ بحوالہ الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[3] موضوعات ابن الجوزی کتاب التوحید دار الفکر بیروت ۱/۱۰۸

[4] المقاصد الحسنہ حدیث ۷۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[5] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن غیر مخلوق الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۶

[6] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید دار المعرفۃ بیروت ۱/۶

(۱۱) بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن آبائہ الکرام سے راوی کہ مخلوقیتِ قرآن ماننے والے کی نسبت فرماتے: انہ یقتل ولا یستتاب[1] اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لیں۔

(۱۲) اسی میں امام علی بن مدینی سے منقول انہ کافر[2] (وہ کافر ہے۔ت)

(۱۳) اسی میں امام مالک سے مروی کافر فاقتلوہ[3] کافر ہے اسے قتل کرو۔

(۱۴) جزء الفیل میں یحیٰی بن ابی طالب سے روایت:

من زعم ان القراٰن مخلوق فھو کافر[4] ذکر ھذہ الاربع امام السخاوی فی المقاصد الحسنۃ۔ جو قرآن کو مخلوق کہے کافر ہے (ان چاروں کا ذکر امام سخاوی نے "المقاصد الحسنۃ" میں کیا ہے۔ت)

(۱۵) ابن امام احمد کتاب السنہ میں فرماتے ہیں:

من قال القراٰن مخلوق فھو عندنا کافر لان القراٰن من صفۃ اللہ[5] قرآن کو مخلوق کہنے والا ہمارے نزدیک کافر ہے کہ قرآن خدا کی صفتوں سے ہے۔

(۱۶) امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

من قال القراٰن مخلوق فھو زندیق[6] جو قرآن کو مخلوق کہے وہ بے دین ہے۔

(۱۷) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

القراٰن کلام اللہ من قال مخلوق فھو کافر[7] قرآن کلامِ الٰہی ہے جو اسے مخلوق کہے کافر ہے۔

(۱۸) عبداللہ بن ادریس کے سامنے خلقِ قرآن ماننے والوں کا ذکر ہوا کہ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں؛

---

[1] المقاصد الحسنۃ بحوالہ البیہقی فی الاسماء والصفات تحت حدیث ۶۷۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۵
[2] المقاصد الحسنۃ بحوالہ علی ابن مدینی 〃 〃 〃 ص ۳۰۵
[3] 〃 〃 بحوالہ الامام مالک 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 بحوالہ جزء الفیل عن یحیٰی بن ابی طالب 〃 〃 〃 〃
[5] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ کتاب السنۃ القرآن العظیم کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۶
[6] 〃 〃 عبداللہ ابن مبارک 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[7] 〃 〃 سفیان بن عیینہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

فرمایا:

کذبوا لیس ھؤلاء بموحدین ھؤلاء زنادقۃ من زعم ان القرآن مخلوق فقد زعم ان اللہ مخلوق ومن زعم ان اللہ مخلوق فقد کفر ھؤلاء زنادقۃ[۱]

جھوٹے ہیں وہ موحد نہیں زندیق ہیں جس نے قرآن کو مخلوق کہا اس نے[عہ] خدا کو مخلوق کہا اور جس نے خدا کو مخلوق کہا کافر ہوا، یہ بے دین ہیں۔

(۱۹ تا ۲۱) وکیع بن الجراح ومعاذ بن معاذ ویحیٰی بن معین فرماتے ہیں، من قال القرآن مخلوق فھو کافر[۲] (جس نے قرآن کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۲) ابن ابی مریم نے فرمایا، من زعم ان القرآن مخلوق فھو کافر[۳] (جو قرآن کو مخلوق مانے وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۳ و ۲۴) شبابہ بن سوار وعبدالعزیز بن ابان قرشی فرماتے ہیں:

القرآن کلام اللہ ومن زعم انہ مخلوق فھو کافر[۴]

قرآن کلام اللہ ہے جو اسے مخلوق مانے کافر ہے۔

(۲۵) امام یزید بن ہارون نے فرمایا:

واللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم عالم الغیب والشھادۃ من قال القرآن مخلوق فھو زندیق[۵] اوردھذا الاواخر فی

قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑا مہربان رحمت والا حاضر غائب سب سے خبردار کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے (ان آخری اقوال کا

عہ اقول وجہ ملازمت ظاہر ہے کہ ہر مخلوق حادث اور قرآن لازم ذات اور حدوث لازم حدوث ملزوم کو مستلزم اور ہر حادث مخلوق تو خلق صفت ماننے کو خلق ذات ماننا لازم، حضرات نجدیہ غور کریں کہ یہ لازم شنیع یعنی معاذاللہ ذات باری کا حادث ومخلوق ہونا ان کے امام پر بھی لازم آیا یا نہیں، غنیمت جانیں کہ لازم قول قول نہیں ہوتا ۱۲ منہ دام فیضہ

---

[۱] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ عبداللہ بن ادریس القرآن کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۷

[۲] " " بحوالہ وکیع بن الجراح ومعاذ بن معاذ ویحیٰی بن معین " " " " " " " ۱/ ۵۸-۲۵۷

[۳] " " بحوالہ ابن ابی مریم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق " " " " " ۱/ ۲۵۸

[۴] " " بحوالہ شبابہ بن سوار وعبدالعزیز بن ابان القرشی " " " " " "

[۵] " " بحوالہ یزید بن ہارون " " " " ۱/ ۵۸-۲۵۷

الحدیقہ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ للعلامۃ النابلسی۔
(تذکرہ علامہ نابلسی نے الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں کیا۔ ت)

(۲۶) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وصایا میں فرماتے ہیں:

من قال ان کلام اللہ مخلوق فھو کافر باللہ العظیم[1]
جو قرآن کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

(۲۷) امام فخر الاسلام فرماتے ہیں:

قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت ابا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی مسئلۃ خلق القراٰن فاتفق رأیی ورأیہ علی ان من قال بخلق القراٰن فھو کافر[2]
امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلقِ قرآن میں مناظرہ کیا بالآخر میری اور ان کی رائے متفق ہوئی کہ خلق قرآن ماننے والا کافر ہے۔

(۲۸) مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

صح ھذا القول ایضاً عن محمد[3]
یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بسندِ صحیح مروی ہوا۔

(۲۹ و ۳۰) فصول عمادی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فھو کافر[4] الخ
جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کیا وہ کافر ہے۔ (ت)

(۳۱) خلاصہ میں ہے:

معلم قال تا قرآن آفریدہ شدہ است پنج شنبہی نہادہ شدہ است یکفر[5] الخ۔
اگر معلم نے کہا جب سے قرآن پیدا کیا گیا جمعرات بنائی گئی، تو کافر ہوجائے گا الخ۔ (ت)

---

[1] وصیت نامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹ و ۳۰
[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فخر الاسلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مصطفی البابی مصر ص ۲۶
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۶
[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس التاسع فی القرآن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

(۳۲) خزانۃ المفتین میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فھو کافر، سئل نجم الدین النسفی عن معلمۃ قالت تاقرآن آفریدہ شدہ است سیم پنج شنبگی استاد نہادہ شدہ است، ھل یقع فی نکاحھا شبھۃ قال نعم لانھا قالت بخلق القراٰن[1]

جس نے خلقِ قرآن کا قول کیا تو وہ کافر ہے، امام نجم الدین نسفی سے ایک معلمہ کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا جب قرآن پیدا کیا گیا تیسویں جمعرات استاد رکھا گیا اس معلمہ کے نکاح میں کوئی شبہہ واقع ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اس نے خلقِ قرآن کا قول کیا ہے۔ (ت)

ایھا المسلمون! امام وہابیہ کے صرف ایک قول کے متعلق صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے یہ بتیس ۳۲ فتوے ہیں جن کی رُو سے اس پر کفر لازم[ع]، اور اس کے بہت سے اقوال کہ اس کے مثل یا اس سے بھی شنیع تر ہیں اُن کا کہنا ہی کیا ہے ؎

قیاس کن زگلستان او بہارش را

(باغ پر اس کی بہار کو قیاس کرو۔ ت)

اللھم انا نسئلک الختام علی الایمان و السنۃ، اٰمین اٰمین یا عظیم المنۃ۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ایمان اور سنت پر خاتمہ مانگتے ہیں، اے عظیم احسان فرمانے والے! قبول فرما، قبول فرما! (ت)

یہ چار تازیانے خاص اس امر کے اظہار میں تھے کہ مولائے نجدیہ نے اس ایک قول میں کتنی کتنی بدمذہبیاں کیں، معتزلیت کرامیت وغیرہما کس کس طرح کی ضلالتیں لیں، کیسا کیسا عقائد اجماعیہ اہل سنت کو جھٹلایا، اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی و بے ادبی کو کس نہایت تک پہنچایا، جب بحمد اللہ تفضیل مستدل سے فراغت پائی

ع لیحمد وان المحققین فرقوا بین اللزوم والالتزام ثم لایکفیہ ما فی ھذا من خسار کامل وبوار تام والعیاذ باللہ ذی الجلال والاکرام ۱۲ منہ۔

محققین نے لزوم اور التزام کے درمیان فرق کیا ہے یہ غنیمت جانیں پھر کیا اسی میں کامل خسارہ اور مکمل ہلاکت کافی نہیں صاحبِ جلال و اکرام ہی کی پناہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین فصل فی الفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/۱۹۰

25 ب بتوفیقہ تعالیٰ تذلیل دلیل کی طرف چلئے یعنی اس ہذیان دوم میں جو اس نے امکان کذب باری پر ایک فریبی مغالطہ دیا، اس کا رد بلیغ سنئے، ذرا اس کی تقریر مغالطہ پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے کہ تازہ ہو جائے، حاصل سن کلام پریشاں کا یہ تھا کہ عدم کذب باری تعالیٰ کہ صفات کمال سے ہے، جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے وصفت کمال و قابل مدح یہی ہے کہ کذب پر قادر ہو کر اس سے بچے[1]، سرے سے قدرت ہی نہ ہوتی، تو عدم کذب میں کیا خوبی ہے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا، یونہیں جو کذب کا ارادہ کرے مگر کسی مانع کے سبب بول نہ سکے عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ اب بتوفیق اللہ تعالیٰ پہلے نقوض اجمالی لیجئے پھر حل مغالطہ کا مژدہ دیکھئے، واللہ الہادی وولی الایادی (اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے اور وہی مدد کا مالک ہے۔ ت)

تازیانہ ۵: رب عزوجل فرماتا ہے: وما انا بظلام للعبید[1] میں بندوں کے حق میں ستمگر نہیں۔ اور فرماتا ہے: لا یظلم ربک احدا[2] تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ[3] بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرّے برابر ظلم نہیں فرماتا۔

اقول ان آیات میں مولیٰ عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں[2] ملا جی! بھلا جو ظلم پر

---

[1] اقول اس احمق کا سارا ہذیان دفع کرنے کو صرف اتنا جملہ کافی جو تنزیہ دوم میں زیر دلیل بست وچہارم گزرا کہ اللہ عزوجل پر ہر وہ شے بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ رکھتی ہو ظاہر ہے کہ نفی کمال سے مدح ہونے سے رہی مدح اس کی نفی سے ہوگی جو کمال نہیں اور جو کچھ کمال نہیں وہ باری عزوجل کے لئے محال ایمان ٹھیک ہو تو یہی دو حرف بس ہیں ۱۲ منہ۔

[2] بحمد اللہ یہ نقض رفیع بدیع ملائے شنیع کی ساری تقریر فظیع کو سراپا حاوی جس سے اس کے ہذیانوں کا ایک حرف نہ بچ سکے، اس تقریر پریشاں کو پیش نظر رکھ لیجئے اور یوں کہہ چلئے ظلم الٰہی محال نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو کہ ظلم و ستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلاف حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہوا "اسی لئے عدم ظلم کو کمالات حضرت حق سبحانہ سے گنتے" اور اس سے اس کی تعریف کرتے ہیں بخلاف شجر و حجر کہ انھیں کوئی عدم ظلم سے ستائش نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر برعایت مصلحت و مقتضائے حکمت آلائش ستمگاری سے بچنے کو ظلم نہ کرے، ایسا ہی (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/۲۹
[2] القرآن الکریم ۱۸/۴۹
[3] " " ۴/۴۰

قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یُوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے، تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھے گا، سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملکِ غیر میں تصرفِ بے جا کو، جب باری سبحانہٗ وتعالٰی کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملکِ مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزورِ زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو خود سچے پکے کافر مشرک بن جائیے، قال تعالٰی: للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض[1] اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وقال تعالٰی: قل لمن ما فی السمٰوٰت والارض قل للہ[2] تو فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرماؤ اللہ تعالٰی کا ہے۔ وقال تعالٰی: ام لھم شرک فی السمٰوٰت[3] کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں۔ ولہٰذا اہلِ سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہٗ سے ظلم ممکن ہی نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے:

لا یوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لایدخل تحت القدرۃ وعند

باری تعالٰی کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیرِ قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شخص سلب عیب ظلم واتصاف کمال عدل سے ممدوح ہوگا بخلاف اس کے جس کے اعضاء وجوارح بیکار ہوگئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوتِ متفکرہ فاسد ہوگئی ہے کہ معنی ظلم سمجھنے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وہ شخص کہ جب عدل وانصاف کا حکم دے تو یہ حکم اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہوجائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کرلے یا گلا دبا دے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وہ بتانے والا اسے احکام عدل وانصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابلِ مدح نہیں بالجملہ عیب ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لئے ظلم نہ کرنا ہی صفت مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں یا اس کی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے انتہی ملاحظہ کیجئے نقص اسے کہتے ہیں کہ نام کو لگی نہ رکھے واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴ و ۴/ ۱۲۶

[2] " " ۶/ ۱۲

[3] " " ۳۵/ ۴۰ و ۴۶/ ۴

المعتزلة انه یقدر ولا یفعل[1] — ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے :

الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالٰی[2] اھ ملخصاً۔ — اللہ تعالٰی سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے : الظلم محال منہ تعالٰی[3] اللہ تعالٰی سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے :

الذی یدل علی ان الظلم محال من اللہ تعالٰی ان الظلم عبارۃ عن التصرف فی ملک الغیر، والحق سبحانہ لا یتصرف الا فی ملک نفسہ فیمتنع کونہ ظالماً وایضاً الظالم لایکون الٰھا والشیئ لایصح الا اذا کانت لوازمہ صحیحۃ فلوصح منہ الظلم لکان زوال الٰھیتہ صحیحا وذٰلک محال[4] اھ ملخصا۔	ظلم الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملکِ غیر میں تصرف[عہ1] سے ہوتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالٰی جو تصرف کرے اپنی ہی ملک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم[عہ2] خدا نہیں ہوتا اور شے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلمِ الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن ہو، محال ہے اھ ملخصاً۔

اسی میں زیر قولہ تعالٰی ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ[5] الاٰیۃ لکھتے ہیں :

الظالم سفیہ خارج عن الالٰھیۃ فلوصح	ظالم بے وقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے

عہ1 لایخفی علی الفطن الفاھم فرق بین تعبیر الاصل وعبارۃ العبد المترجم ۱۲ منہ۔	صاحبِ ذہن وفہم کے لئے اصل اور مترجم کی عبارت میں فرق واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ2 یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے اور الوہیت ہر عیب کو منافی تو ضدِ ظلم کو عدمِ الوہیت لازم ۱۲ منہ۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب لایوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم مصطفی البابی مصر ص ۱۳۸

[2] انوار التنزیل (بیضاوی) آل عمران آیۃ وما اللہ یرید ظلما للعٰلمین (نصف اول) " " " ص ۶۹

[3] روح البیان تحت آیۃ وما انا بظلام للعبید المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الریاض جز ۲۶ ص ۱۲۶

[4] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) آیۃ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۰/ ۱۰۲

[5] القرآن الکریم ۲۱/ ۴۷

منہ الظلم لصح خروجہ عن الالٰہیۃ [1] — ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو۔

تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اول میں وعدہ کر آئے تھے۔

تازیانہ ۶: وقال ربنا تبارک وتعالٰی:

وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا [2] — تُو کہہ سب تعریفیں اس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا۔

وقال تعالٰی حاکیا عن الجن:

وانہ تعالٰی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا [3] — بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ عورت اختیار کی نہ بچہ۔

اقول ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہ نے یُوں اپنی تعریف فرمائی، اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے چُوکتے ہیں ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے، بچے جنائے، مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرد رہتا ہے، جب تو صفتِ مدح ٹھہری ورنہ سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خُوبی ہی کیا ہے، یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا گیا: سیدا وحصورا [4] سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا۔ اجیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچا ہے۔

تازیانہ ۷: وقال المولٰی سبحانہ وتعالٰی: وماکان ربك نسیا [5] تیرا رب بھولنے والا نہیں، **اقول** اب دہلوی مُلّا اپنی ہذیانی دلیل کو آیۂ کریمہ میں جاری کر دیکھے "رب تعالٰی ذکرہٗ نے عدمِ نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ باوجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھولتا حالانکہ عدم نسیان قطعاً اسے بھی حاصل، یونہی اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بُھلا دینا چاہتا اور عمدًا اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھُولنے پر آتا ہے کوئی یاد دلاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا عقلاً ایسے شخص کو بھی عدم نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ نضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۷۶/۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۱۱

[3] 〃 〃 ۷۲/ ۳

[4] 〃 〃 ۳/ ۳۹

[5] 〃 〃 ۱۹/ ۶۴

واجب کہ باری سبحانہ کا نسیان ممکن ہو اور وہ اپنے علوم بھلا دینے پر قادر" تعالی اللّٰہ عن ذٰلک علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

تازیانہ ۸ : آیہ کریمہ لا یضل ربی ولا ینسٰی[1] میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔ **اقول** موسٰی کلیم علٰی سیدہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عدم ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی "اگر دہلوی میاں جی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب ولوث سے بچنے کو ضلال میں نہ پڑے، اگر ضلالت پر قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کا ہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکئے ہیں تو سیدھا زمین ہی پر آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص بہکنے کو ہو تو راہ بتا دی جائے یوں بہکنے نہ پائے، اس میں بھی کوئی تعریف نہیں" یہ چار تازیانے نقض کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرز تقریر سمجھ گیا اس پر اور نقوض کثیرہ کا استخراج آسان، مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیا پریدہ اپنے رب کے لئے دنیا بھر کے عیب و آلائش روا کر چکا، اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وہ سہو و ضلالت و جماع و ولادت سب کچھ گوارا کرلے گا ؎

تیر برجاہ انبیا انداز   طعن درحضرت الٰہی کن

بے ادبی و آنچہ دانی گوئے   بیحیا باش وہرچہ خواہی کن

(انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر تیر برسا، بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب ہو جا پھر جو چاہے کہہ، بیحیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ ت)

تازیانہ ۹ : اقول ؎

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگوئے

(اس کے تمام عیوب بیان کئے اب اس کے ہنر بھی بیان کر۔ ت)

ع‍ مثلاً قال اللہ تعالٰی، وما اللہ بغافل عما تعملون[2] اللہ غافل نہیں تمہارے کاموں سے۔ تو ملاجی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو۔ وقال اللہ تعالٰی،

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن الاٰیۃ[3]۔   کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے۔

اب ملاجی کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن، وعلی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲   [2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ و ۱۴۰ و ۱۴۹ و ۳/ ۹۹

[3] ؍؍ ؍؍ ۴۶/ ۳۳

جامعیت اوصاف عجب چیز ہے اور مجموعہ کا فضل آحاد پر ظاہر، دہلوی مُلّا کو بھی اللہ عزوجل نے جامعیت اصناف بدعت عطا فرمائی تھی کہ دنیا بھر میں کم کوئی طائفہ اربابِ ضلالت نکلے گا جس سے ان حضرت نے کچھ تعلیم نہ لی ہو، پھر ایجاد بندہ اس پر علاوہ، تو اس نئے فتنہ کو چاہے عطر فتنہ کہیے یا ضلالت کی گھانیوں کا عطر مجموعہ، اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکانِ کذبِ باری عزوجل پر قائم کی، حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وہ دین میں نئی بات نکالنے کو بہت بُرا جانتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہٖ حرف بحرف اسی دلیل سے مولٰی تعالٰی کا امکان ظلم نکالا تھا اور جو نقض فقیر نے ان حضرت پر کئے بعینہٖ ایسے ہی نقضوں سے ائمہ اہلسنت نے ان ناپاکوں کا رد فرمایا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہٖ عزوجل ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ فرماتے ہیں،

قالت المعتزلۃ الأیۃ تدل علی انہ قادر علی الظلم لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترک فعل قبیح لم یصح منہ ذٰلک التمدح الا اذا کان ھو قادرًا علیہ الاتری ان الزمن لایصح منہ ان یتمدح بانہ لایذھب فی اللیالی الی السرقۃ والجواب انہ تعالٰی تمدح بانہ لاتأخذہ سنۃ ولا نوم ولم یلزم ان یصح ذٰلک علیہ وتمدح بانہ لاتدرکہ الابصار ولم یدل ذٰلک عند المعتزلۃ[عہ] علی انہ یصح ان تدرکہ الابصار[1]

یعنی معتزلہ نے کہا آیت مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزوجل نے اس میں ترک ظلم سے اپنی مدح فرمائی اور کسی فعل قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو آخر نہ دیکھا کہ لنجا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مدح میں فرمایا کہ اسے نیند آئے نہ غنودگی، حالانکہ معتزلہ کے ہاں بھی اللہ تعالٰی کیلئے یہ ممکن نہیں۔ اور اپنی مدح میں یہ بھی فرمایا کہ ابصار اس کا احاطہ نہ کرسکیں حالانکہ یہ بھی ان کے ہاں ممکن نہیں (ت)

مسلمان دیکھیں کہ معتزلی دلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان مُلّائے ضلیل ہے یا نہیں، فرق یہ ہے کہ انھوں نے اسی قدیم العدل پر تہمت ظلم رکھی، انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا،

عہ اقول بل وعندنا ایضا اذا کان الادراک بمعنی الاحاطۃ ۱۲ منہ

میں کہتا ہوں بلکہ ہمارے نزدیک بھی جب ادراک بمعنی احاطہ ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر کبیر) آیۃ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۰۲/۵

انھوں نے برتقدیر تنزّہ اپنے رب کو لنجھے سے تشبیہ دی انھوں نے گونگے اور پتھر سے ملادیا ، وفی ذٰلک **اقول** (اسی میں میں نے کہا ۔ت) ؎

هم اٰمنوا ظلما بظلام ملیکھم ذا قائل کذّابا بکذب الٰهه
لاغرو فیه اذ القلوب تشابهت فالشبه نزّاع الٰی اشباهه[1]

(وہ ظالم اپنے مالک کے بارے میں ظلم پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ اپنے الٰہ کو کذّاب کہتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ان کے دل ایک جیسے ہیں اور وجہ شبہ اپنے مشابہات کی طرف کھینچنے والا ہوتا ہے ۔ت)

اب ائمہ اہل سنت کا جواب سُنئے ، امام ممدوح فرماتے ہیں اس دلیل سے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی تعریف فرمائی کہ اسے غنودگی وخواب نہیں آتی اس سے یہ لازم نہ آیا کہ معاذ اللہ یہ چیزیں اس کے لئے ممکن بھی ہوں اور اس نے اپنی تعریف فرمائی کہ نگاہیں اسے نہیں پاتیں اس سے معتزلہ کے نزدیک اس پر نظر پہنچنے کا امکان نکلا (انتہی) کیوں ہم نہ کہتے تھے ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

(تمام جو اوصاف رکھتے ہیں تو تنہا ان سب کا جامع ہے ۔ت)

تازیانہ ۱۰ : وھوالحل **اقول** وباللہ التوفیق

صفات مدائح کے درجات متفاوت ہیں بعض مدائح اولی ہوتے ہیں یعنی اعلٰی درجہ کمال ، اور بعض تنزلی یعنی فائت الکمال کے مبلغ کمال ، پھر یہ اسی کے حق میں مدح ہوں گے جو مدائح اولی نہیں رکھتا ، صاحب کمال تمام کا اس پر قیاس جہل و وسواس ، مثلاً عبادت و تذلّل و خشوع و خضوع و انکسار و تواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہٗ پر محال کہ ان کا مدح ہونا فوت کمال حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا ، معبود عالم عز جلالہ کے حق میں عیب منقصت ہیں بلکہ اس کے لئے مدح تعالٰی و تکبّر ہے جل وعلا و سبحانہ و تعالٰی ، یونہی ترک نقائص و معائب میں مخلوق کی مدح بالقصد باز رہنے پر مبنی ہونا بھی اس کے نقصان ذاتی پر مبنی کہ وہ اپنی ذات میں سبوح و قدوس واجب الکمال و مستحیل النقصان نہیں بلکہ جائز العیوب والقبوح ہے اور بنظر نفس ذات کے عیوب و نقائص سے

عــہ قد مران القول بالامکان قول بالوقوع بل بالوجوب ۱۲ منه ۔

عــہ گزر چکا ہے کہ امکان کذب کا قول کذب کے وقوع بلکہ اس کے وجوب کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائل بامکان کذب اللہ تعالٰی دار الاشاعت لاہور ، مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی ص ۲۰

منافات نہیں رکھتا تو غایت مدح اس کے لئے یہ ہے کہ جہاں تک بنے اس ممکن سے بچے اور تلوث سے بھاگے، ولہذا جہاں بوجہ فقدانِ اسباب و آلات بعض معائب و فواحش کی استطاعت نہ رہے وہاں مدح بھی نہ ہو گی جیسے نامرد لنجھے اپاہج گونگے کا زنا نہ کرنا، چوری کو نہ جانا، جھوٹ نہ بولنا کہ مناطِ مدح کہ دُور بھاگنا اور اپنے نفس کو باز رکھنا تھا یہاں مفقود، اور جب امکان ہے تو کیا معلوم کہ عصمت بی بی از بیچارگی نہیں شاید اسباب سالم ہوتے تو مرتکب ہوتا، سفیہ جاہل نے اپنے رب جل وعلا کو بھی انھیں گونگوں لنجھوں بلکہ اینٹوں پتھروں پر قیاس کیا اور جب تک عیب ونقصان سے متصف نہ ہوسکے عدمِ عیب کو مدح نہ سمجھا حالانکہ یہ مدح اوّلی و کمال حقیقی تھا کہ وہ اپنے نفسِ ذات میں متعالی و قدوس و سبّوح و واجب الکمالات و مستحیل القبوح ہے تعالٰی و تقدس، تو یہاں عیب ممکن سے باز رہنے اور بطور ترفع بالقصد بچنے کی صورت ہی متصور نہیں نہ حاشا للہ یہ اس کے حق میں مدح بلکہ کمال مذمت و قدح ہے، وللہ العزۃ جمیعا (تمام عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ ت) ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ نفیس: ایھا المسلمون! ایک عام فہم بات عرض کروں، سفیہ جاہل کا سارا مبلغ سعی یہ ہے کہ کذب پر قدرت پاکر ہی اس سے بچنا صفت کمال ہے نہ کہ کذب ممکن ہی نہ ہوا، **اقول** جب کذب ممکن ہوا تو صدق ضروری نہ رہا، اور جو ضروری نہیں وہ ممکن الزوال، تو حاصل یہ ہوا کہ کمال وہی ہے جسے زوال ہوسکے اور جو ایسا کمال ہو جس کا زوال محال تو کمال ہی کیا ہے، سُبحان اللہ! یہ بھی ایک ہی ہُوئی، او احمق! کمالِ حقیقی وہی ہے جس کا زوال امکان ہی نہ رکھے، ہر کمال قابلِ زوال عارضی کمال ہے نہ ذاتی کمال، مسلمانو! للہ انصاف! باری عزوجل کا صدق یُوں ماننا کہ ہے تو سچا مگر جھُوٹا بھی ہوسکتا ہے، یہ کمال ہُوا یا یُوں کہ وہ سبّوح قدوس تبارک وتعالٰی ایسا سچا ہے جس کا جھُوٹا ہونا قطعاً محال، اہلِ اسلام ان دونوں باتوں کو میزانِ ایمان میں تول کر دیکھیں کہ کون گستاخ بے ادب اپنے رب کی تنزیہہ کو بدعت و ضلالت جاننے والا بحیلۂ مدح اس کی مذمت و تنقیص پر اترتا ہے اور کون سچا مسلمان صحیح الایمان اپنے مولٰی کی تقدیس کو اصل دین ماننے والا اس کے صدق ونزاہت وجملہ کمالات کو علٰی وجہ الکمال ثابت کرتا ہے والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بعدا للقوم الظّٰلمین۔

للہ الحمد اس عشرۂ کاملہ نے ہذیانِ ناپاک گستاخ بیباک کی دھجیاں اُڑادیں مگر ہنوز ان کی نزاکتوں کو تو بس نہیں ؎

صدہا سال می تواں سخن از زلفِ یار گفت

(زلفِ محبوب کے بارے میں سَو سال بھی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ ت)

ابھی حضرت کی اس چار سطری چار دیواری میں شواہد و زوائد وغیرہا مفاسد سے بہت ابکار افکار ستم کیش عیار، آہوانِ مردم شکار کی چلبل نظر آتی ہے، جنھیں بے خدمت کامل و تسکین بالغ ناشاد نامراد، سسکتا بلکتا چھوڑ جانا خلافِ مروت و فتوت ذاتی ہے، لہٰذا اپنے سمندِ رہوار غضنفر خونخوار، صاعقہ برق بار کی دوبارہ عنان لینا اور خامۂ پختہ کار، شہزور شہسوار، شیر گیر ضیغم شکار کو از سرِ نو رخصتِ جولان دیتا ہوں و باللہ التوفیق۔

تازیانہ ۱۱: قولہ عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند[1] (عدم کذب کو اللہ سبحانہ و تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں۔ ت) **اقول** اس ہوشیار عیار کی چالا کی دیدنی، صدق کو چھوڑا، عدمِ کذب پر مباحثہ چھیڑا تاکہ جماد وغیرہ کی نظیر یں جما سکے، ظاہر ہے کہ پتھر کو سچا نہیں کہہ سکتے مگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ جھوٹا نہیں حالانکہ قلب حاضر اور عقل ناظر ہو تو فقیر ایک نکتہ بدیعہ القا کرے، سلب کسی شیئ کا بنفسہٖ ہرگز صفتِ کمال نہیں ورنہ لازم آئے کہ معدومات کروڑوں اوصاف کمال سے موصوف اور اعلٰی درجہ مدح کے مستحق بلکہ باری تعالٰی کی تنزیہ و تقدیس میں اس کے شریک ہوں کہ بحالت عدم موضوع سب سالبے سچ ہیں جو سرے سے موجود ہی نہیں، وُہ جسم بھی نہیں، جہت میں بھی نہیں، زمان میں بھی نہیں، مکان میں بھی نہیں، مصوَّر بھی نہیں، محدود بھی نہیں، مرکب بھی نہیں، متجزی بھی نہیں، حادث بھی نہیں، متناہی بھی نہیں، کاذب بھی نہیں، ظالم بھی نہیں، مخلوق بھی نہیں، فانی بھی نہیں، ذی زوجہ بھی نہیں، ذی ولد بھی نہیں، اُسے خواب بھی نہیں، اونگھ بھی نہیں، بھکنا بھی نہیں، بھُول بھی نہیں۔ بس یہ اور ان جیسے صدہا اور سب صادق ہیں مگر کوئی مجنون ہی ان سلوب کو اس مسلوب کے لئے صفت مدح و کمال جانے گا، ہاں عیوب و نقائص کا سلب اس وقت معرضِ مدح و بیان کمال میں آتا ہے جب کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی اور صفتِ مدح سے منبیٔ ہو، و لہٰذا قضایائے مذکورہ باری عزوجل کے مدائح سے ہیں کہ ان چیزوں کا سلب اعظم صفات کمال یعنی وجوب وجود کے ثبوت سے ناشیٔ اور ان کے بیان سے اس کا سبوح و غنی و قدوس و متعالی ہونا ظاہر، باری عزوجل کو کہنا کہ متجزی نہیں، بیشک مدح ہے کہ اس سے اس کا غنا سمجھا گیا اور نکتہ کو کہنے میں کچھ تعریف نہیں کہ اس کے لئے خُوبی نہ نکلی کہ وہاں غنا درکنار متجزی محتاج کے محتاج المحتاج کی محتاجی ہے وعلی ہذا القیاس، جب یہ امر ممہد ہولیا تو ظاہر ہوگیا کہ حقیقتاً صدق صفت کمال ہے نہ مجرد عدم کذب جو معدومات بلکہ محالات کے بارے میں بھی صادق، البتہ سلب کذب وہاں مفید مدح جہاں اس کا سلب ثبوت صدق کو مستلزم، مثلاً زید عاقل ناطق کی تعریف کیجئے کہ جھوٹا نہیں، بیشک تعریف ہوئی کہ جھُوٹا نہیں تو آپ ہی سچا ہوگا اور سچا ہونا صفت کمال، تو اس سلب نے ایک صفتِ کمال کا ثبوت بتایا، لہٰذا محل مدح میں آیا، جہاں ایسا نہ ہو وہاں زنہار نہ مفید مدح نہ مظہر کمال، یہ نکتہ بدیعہ ملحوظ رکھئے پھر دیکھئے کہ عیار بہادر کی دن ... نیری کیا کیا گُل کھلاتی ہیں، واللہ الموفق۔

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

تازیانہ ۱۲ و ۱۳: قولہ اخرس وجماد کہ کسے ایشاں را بعدم کذب مدح نمی کند[1] (گونگے اور جماد کی مدح عدمِ کذب سے کوئی نہیں کرتا۔ ت) **اقول** دونوں نظیروں پر پتھر پڑے ہیں، گنگ و سنگ کی کیوں مدح کریں کہ وہاں سلب کذب ثبوت صدق سے ناشی نہیں، گونگا یا پتھر اگر جھوٹا نہ ہوا تو کیا خوبی کہ سچا بھی تو نہیں، تو وُہ استلزام صفت کمال جو مبنائے مدح تھا یہاں منتفی، سر یہ ہے کہ منفصلہ حقیقیہ کے مقدم و تالی میں جب دو صفت مدح و ذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیہ کو سلب کیجئے مدحیہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسری کے وضع کو ملیح بخلاف ان چیزوں کے جو زیر موضوع مندرج ہی نہیں کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول، پھر سلب ذم ثبوتِ مدح پر کیونکر محمول، یہاں قضیہ کل متکلم مخبر اما صادق و اما کاذب (ہر متکلم خبر دینے والا یا وہ صادق ہوگا یا کاذب۔ ت) تھا اخرس و جماد پر سرے سے وصف عنوانی ہی صادق نہیں پھر عدمِ کذب ان کے لئے کیا باعثِ مدح ہو، دیکھا او ذی ہوش! یہ فارق ہے نہ وہ کہ جب تک عیب ممکن نہ ہو کمال حاصل ہی نہیں ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

تکمیل جمیل: اقول او جھُوٹی نظیروں سے بیچارے عوام کو چھلنے والے! اس تفرقہ کی سچی نظیر دیکھ مسلمان کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پُورا گنا کر کہئے رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قادری، ناصبی وغیرہ نہیں تو بیشک اس کی بڑی تعریف ہُوئی، اور بعینہٖ یہی کلمات کسی کافر کے حق میں کہئے تو کچھ تعریف نہیں حالانکہ یہ سالبہ قضیے دونوں جگہ قطعاً صادق، تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان باوجود قدرت رافضی وہابی ہونے سے بچا لہذا محمود ہُوا اور اس کافر کو رافضی وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہذا مدح نہ ٹھہرا، کوئی جاہل سے جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہلِ قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتّر کی نفی سنّی ہونے کا اثبات کرے گی لہذا اعظم مدائح سے ہُوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گو ہی سے خارج، تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا، و لہذا مفید مدح نہ ٹھہرا، والحمد للہ علی اتمام الحجۃ ووضوح المحجۃ (اتمام حجت اور وضاحت دلیل پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ ت)

تازیانہ ۱۴: قولہ بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد و تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد[2] (بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور وہ جھوٹا کلام کر ہی نہ سکے۔ ت) **اقول** اچھا ہوتا کہ تم بھی اسی کس کے مثل ہوتے کہ ایسے کاذب کلاموں کے لب تو نہ بولتے، اے عقلمند! وہ ماؤف اللسان تکلم بکلام صادق بھی نہ کر سکے تو عدمِ مدح کی وہی وجہ کہ سلب کذب سے ثبوتِ صدق نہیں۔

تازیانہ ۱۵: قولہ یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع نمی تواند کرد[3] (یا اس کی سوچ و فکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہ کر سکے۔ ت) **اقول** تم سے بڑھ کر

---

[1] و [2] و [3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷ و ۱۸

فاسد المتفکرہ کون ہوگا، پھر کتنے قضایائے باطلہ کا عقد کر رہے ہو، بھلا حضرت کیا فساد متفکرہ صرف قضایائے کاذبہ ہی کے لئے ہوگا اور جب مطلقاً ہے تو عقد قضیہ مطابقہ پر بھی قدرت نہ ہوگی تو صراحۃً وہی فارق صادق اور وہم زاہق، ہاں جس تام العقل سالم النطق کو لطفِ الٰہی صدق محض کی استطاعت دے کہ وجہ مانع غیبی اصدار کذب سے ممنوع و مصروف ہو تو یہ عدمِ کذب بیشک مدحِ عظیم ہوگا اسی وجہ سے کہ اب ثبوت صادقیت کبرٰی سے مبنی اور کمال جلیل یعنی عصمت من اللہ پر مبنی، خلاصہ یہ کہ شخص مذکور اس طور پر زیرِ موضوع مندرج اور بطور فساد تفکر خارج، فظھر التفرقۃ وذھب الوسوسۃ (فرق ظاہر اور وسوسہ ختم ہوا۔ت)

تازیانہ ۱۶ تا ۱۹: قولہ یا شخصے کہ کلام صادق ازو صادر می گردد وہرگاہ ارادہ کلام کاذب نماید آواز او بند میگردد یا زبان او ماؤف میشود یا کسے دہن او بندیا حلقوم خفہ کند[1] (یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے وہ اس سے صادر ہوتا ہے اور جب جھوٹا کلام کرتا ہے تو آواز بند ہوجاتی ہے یا زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا گلا دبا دیتا ہے۔ت)

اقول ایسا تو کیا کہوں جو آپ کی طبع نازک کو بالکل خفہ کند، ہاں اتنا کہوں گا کہ اب کی تو اچھل کر تارے ہی توڑ لائیے، یہ چار نظیریں عجب بے نظیر دی ہیں کہ باید و شاید، او عقل کی پڑیا! جب وہ عزمِ تکلم بکذب کرچکا تو کلام نفسی میں کاذب ہوچکا اگرچہ بوجہ مانع صادر نہ ہوسکا تو اس کے عدم سے حکم کذب کیونکر رکا، کذب حقیقۃً صفت معانی ہے نہ وصف الفاظ، پھر اس کی مدح کیا معنی قطعاً مذموم ہوگا بھلا سے، دیگر اگلی نظیروں میں عدم کذب کی صورت تو تھی یہاں اللہ کی عنایت سے وہ بھی نہ رہی، صریح کذب متحقق و موجود اور عدم کذب کی نظیروں میں معدود، جبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی جب گمراہ کرتا ہے عقل پہلے لے لیتا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۰: قولہ یا کسے کہ چند قضایائے صادقہ یاد گرفتہ واصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد بنائً علیہ تکلم بکاذب ازو صادر نہ گردد[2] (یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں دیگر جملوں پر وہ قدرت نہیں رکھتا ہے اس بناء پر اس سے جھوٹ صادر نہیں ہوتا ہے۔ت)

اقول یہ صورت بھی وہی فساد عقل کی ہے جس سے فقط حفظ صوادق کا شعبہ بڑھایا، مگر کام نہ آیا قطع نظر اس سے کہ یہ تصویر کیسی اور ایسے شخص سے حفظ قضایا معقول بھی ہے یا نہیں۔

اولاً انسان مرتبۂ عقل بالملکہ میں بالبداہۃ ترکیب قضایا پر قادر، تو سرے سے تصویر ہی باطل، اور عقل ہیولانی میں کہ تعقل انطباعی نہیں ہوتا، اگر تعقل نسبت خبریہ معقول بھی ہو تاہم حکایت وقصد افادہ قطعاً غیر معقول اور صدق کذب باعتبار حکایت ہی ہیں، نہ باعتبار مجرد علم، ورنہ معاذ اللہ عالم کو کاذب کا ذب ٹھہرے تو یہاں بھی سلب کذب سے ثبوت لازم نہ ہوا اور وہی فارق پیش آیا۔

---

[1] و [2] رسالہ یک روزہ شاہ اسمعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

ثانیاً جو اصلاً کسی قضیہ حتی قضایائے وہمیہ و احکام شخصیہ بدیہیہ حسیہ پر بھی قادر نہ ہو قطعاً مجانین بلکہ حیوانات سے بھی بدتر اور جماد سے ملحق تو اس کا کلام کلام نہ ہوگا، صوت بے صورت ہوگا اور صدق و کذب اوّلاً بالذات صفت معانی ہے، نہ وصف عبارات، تو بات اگرچہ بایں معنی سچی ہو کہ سامع اس سے ادراک معنی مطابق للواقع کرے مگر اس سے اس جمادی آواز کرنے والے کا صدق لازم نہیں کہ معنی متصف بالصدق اس کے نفس سے قائم نہیں، حتی کہ علماء نے کلام مجنون کو بھی خبریت سے خارج کیا اور ظاہر کہ صدق و کذب اوصاف خبر ہیں نہ شامل مطلق آواز، مولانا بحر العلوم قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

الکلام الصادر عن المجنون لایکون مقصودا بالافادۃ فلا یکون حکایۃ عن امر حتی یکون خبرا[1]۔

پاگل سے صادر ہونے والا کلام مقصود کے لئے مفید نہیں ہوتا لہذا کسی امر (واقع) سے حکایت ہی نہیں حتی کہ اسے خبر قرار دیا جائے۔ (ت)

تنبیہ دائرو سائر بہ تسفیہ جملہ نظائر: اقول ایھا المسلمون! سفیہ جاہل نے حتی الامکان اپنے رب میں راہ کذب نکالنے کو نظیریں دیں مگر بحمد اللہ سب بے معنی، ہم نے اس وقت تک ان کے رد میں اس امر پر بنائے کار رکھی کہ عدم کذب بنفسہٖ کمال نہیں جب تک ثبوت کمال پر مبنی نہ ہو، اور یہاں ایسا نہیں اس کی سزا کو اسی قدر بس تھا، مگر غور کیجئے تو معاملہ اور بھی بالکل معکوس اور عقل مستشہد کا کاسہ منکوس اور تمام نظائر رُو بہ قفا ہیں یعنی یہاں عدم قدرت علی الکذب کا بربنائے کمال ہونا بالائے طاق التا بربنائے عیوب و نقائص ہے، کہیں عدم عقل، کہیں عجز آلات، کہیں لحوق مغلوبی کہیں عروض آفات، پھر ایسا عدم کذب اگر ہوگا تو مورث ذم ہوگا نہ باعث مدح، یہ وجہ ہے کہ ان صور میں سلب کذب سے تعریف نہیں کرتے، نہ وہ جاہلانہ و سفیہانہ خیال کہ عیب پر قدرت نہ ہونا مانع کمال، اب ختم الٰہی کا ثمرہ کہ سفیہ جاہل کو خدا و جماد میں فرق نہ سوجھا، اس کا عدم کذب اس کے کمال عالی یعنی سبوحیت و قدوسیت بلکہ نفس الوہیت سے ناشی کہ الوہیت اپنی حد ذات میں ہر کمال کی مقتضی اور ہر نقص کی منافی اور ان کا عدم کذب عیوب و نقائص پر مبنی، پھر کیسی پرلے سرے کی کوری یا سینہ زوری کہ عین کمال کو کمال نقص پر قیاس کرے اور اینٹوں پتھروں کے عیوب و نقائص باری جل مجدہ کے ذمے دھرے، جاہل پر ایسی نظیر دینی لازم تھی جس میں عدم کذب باآنکہ کمال سے ناشی ہوتا پھر بھی بحالت عدم امکان مدح نہ سمجھا جاتا "وانّٰی لہ ذٰلک"، اب جو اس کا حامی بنے سب کو دعوت عام دیجئے کہ ایسی نظیر ڈھونڈ کر لاؤ، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا[2] الآیۃ (پھر اگر نہ کر سکو گے اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۰۶

[2] القرآن الکریم ۲/۲۴

تنبیہ دوم : اقول اس سے زائد قہر یہ ہے کہ اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا، نظیریں دے کر بالجملہ کہہ کر آپ ہی خلاصہ مطلب یہ نکلتا ہے کہ عدمِ کذب اگر بربنائے عجز ہو تو مورث مدح نہیں، معلوم ہوا کہ ان نظائر میں تحقیق عجز و قصور پر مطلع ہے، پھر باری عزوجل کے عدم کذب کو ان سے ملاتا ہے حالانکہ وہاں عیب و منقصت پر عدمِ قدرت زنہار عجز نہیں بلکہ عین کمال و مدحت اور معاذ اللہ داخل قدرت ماننا ہی صریح نقص و مذمت، یہ تقریر کافی ووافی طور پر مقدمہ رسالہ و نیز رُدِ ثالث ہذیان اول میں گزری اور وہیں یہ بھی بیان ہوا کہ عجز جب ہے کہ جانب فاعل قصور و کمی ہو جیسے اے سفیہ! ان تیری نظیروں میں کہ گنگ و سنگ اپنے نقصان کے باعث جھوٹ سچ کچھ نہیں بول سکتے نہ یہ کہ جانب قابل نالائق ہو کر تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا، جس طرح جناب باری عزوجل کا کذب وغیرہ تمام عیوب سے منزّہ ہونا اسے ہرگز کوئی مسلم عاقل عجز گمان نہ کرے گا، یارب مگر ابن حزم سا کوئی ضال اجہل یا ان حضرت سا جاہل اضل، وباللہ العصمۃ عن مواقع الزلل والحمد للہ الاعز الاجل (پھسلنے کے مواقع سے اللہ ہی کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے اور تمام حمد اللہ غالب و بزرگ تر کے لئے ہے۔ ت)

بحمد اللہ یہ صرف نظائر پر تازیانوں کا دوسرا عشرہ کاملہ تھا، بلکہ خیال کیجئے تو یہاں تک اسی مسئلہ کے متعلق سفاہات شریفہ پر سات تازیانے اور گزرے۔ تازیانہ اوّل میں دوسرا۔ ثم اقول (میں پھر کہتا ہوں۔ ت) جس نے حضرت کا تناقض بتایا، اور دوم و سوم و ہشتم کے بعد کی تنبیہات اور بستم کا ثانیاً اور اس کے بعد کی دو تنبیہیں، یہ ساتوں جداگانہ تازیانے بھتے تو حقیقۃً عشرہ اولٰی میں چودہ اور ثانیہ میں تیرہ، کل ستائیس تازیانے یہاں تک ہوئے، پچھلے توقت کے تین اور لیجئے جائیے کہ تیس کا عدد جو دونوں تنزیہ سابق میں بھی ملحوظ رہا ہے پورا ہو جائے، خصوصاً ان میں ایک تو ایسا شدید کاحل جس سے جان بچانی مشکل جو آپ کا خلاصہ مطلب کھولے اصل مذہب سر چڑھ کر بولے وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق (توفیق اور حصولِ تحقیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت)

تازیانہ ۲۸ : اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) شاطر عیار نے اگرچہ بظاہر اغوائے جہال کہ عوام اہل اسلام اپنے رب ذوالجلال والاکرام کے حق میں صریح دشنام سن کر بھڑک نہ جائیں، مطلب دلی کے روئے زشت پر پردہ ڈالنے کو براہ تقیہ کہ روافض سے بڑھ کر اصل اصیل مذہب نجدیہ ہے، یہ کلمات بڑھا دیئے کہ "کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست"[1] (ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہذا یہ کذب ممتنع بالغیر ہے۔ ت) مگر اس کے ساتھ ہی جو مذہب خفیہ جوش پر آیا اور نظیریں دینے کا شوق گرمایا تو کھلے بندوں علانیہ بتایا کہ کذب الٰہی میں اصلاً امتناع بالغیر کی بو بھی نہیں قطعاً جزماً جائز و وقوعی ہے جس کے وقوع میں استحالہ عقلی و شرعی درکنار استبعاد عادی کا بھی

---

[1] رسالہ یک روزہ   شاہ محمد اسمٰعیل   فاروقی کتب خانہ ملتان   ص ۱۷

نام ونشان نہیں، ثبوت لیجئے اگر اس کے مذہب میں کذبِ الٰہی ممکن بالذات وممتنع بالغیر ہوتا تو نظیریں وہ دیتا جن میں ممتنع بالذات ہو کہ دیکھو جہاں امتناع ذاتی ہوتا ہے عدمِ کذب باعثِ مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل کے لئے مدح ہے تو اس کے حق میں امتناع ذاتی نہیں، مگر برخلاف اس کے مثالیں وہ دیں جن میں امتناعِ ذاتی کا پتہ نہیں، مثلاً جس کا منہ بند کرلیں یا گلا گھونٹ دیں اور اس وجہ سے وہ جھوٹ نہ بول سکے تو پُر ظاہر کر بولنے پر یقیناً قادر، اگر بالفرض امتناع ہے تو اس عارض کی وجہ سے تو نہ ہوا مگر امتناع بالغیر امام نجدیہ اسے بھی مانع مدح جان کر باری عزوجل سے صراحۃً سلب کرتا ہے، پھر کیوں منافقانہ کہا تھا "ممتنع بالغیر ست" (کذب باری تعالٰی ممتنع بالغیر ہے۔ ت) صاف کہا ہوتا "اصلا از امتناع بالغیر ہم بہرہ ندارد" (امتناع بالغیر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ت) اے حضرت اِدُور کیوں جائیے پہلی بسم اللہ اخرس وجمادہی کی نظیر لیجئے بھلا اخرس تو انسان ہے، جماد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے کتبِ حدیث دیکھئے بطور خرقِ عادت ہزار بار پتھروں جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار ہا بار ہوگا قریب قیامت آدمی سے اسکا کوڑا باتیں کرے گا، جب اہلِ اسلام یہود عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے شجر وحجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آ، یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ[1] کافر اپنی کھالوں سے بولیں گے تم نے کیوں ہم پر گواہی دی، وہ بولیں گی ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

اگر کلام جماد واخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا، زنہار وقوع کا نام نہ پاتا کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم، تو وقوع نے ظاہر کردیا کہ صرف خلافِ عادت ہے، جب وقوعِ کلام ثابت اور ان کے استحالہ کذب پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی، تو یقیناً اس کے لئے بھی جواز وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی، اب جھوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا عدمِ کذب مفید مدح نہیں ہوتا، اور باری عزوجل میں مدح ہے" تو لاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے، آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملّا ئے بیباک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا، العظمۃ للہ! اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفرِ جلی اور کیا ہے، مگر یہ حسنِ احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا، اہلِ بدعت خصوصاً نجدیہ کہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۱

یہ شخص جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کو ٹکے سیر کئے ہوئے ہیں، بات پیچھے اور کفر و شرک پہلے، اگر جزؤا سیئۃ سیئۃ مثلھا[1] (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے۔ ت) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتوائے کفر نہ دیتے، مگر الحمدللہ یہاں ادفع بالتی ھی احسن[2] (برائی کو بھلائی سے ٹال۔ ت) پر عمل اور کلمۂ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں، والحمدللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۹: اقول منافات حکمت کے سبب کذب کو زبانی ممتنع بالغیر کہنا اس سفیہ کا صریح تناقض ہے شے ممتنع بالغیر جب ہوسکتی ہے کہ کسی محال بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن کا ممکن کو ناممکن کرنا لازم آئے اور انتفائے حکمت اگرچہ اہل سنت کے نزدیک ممتنع بالذات مگر ان حضرت کے دین میں بالیقین ممکن کہ آخر سلب حکمت ایک عیب و منقصت ہے اور وہ تمام عیوب و نقائص کو ممکن مان چکا پھر کس منہ سے کہتا ہے کہ منافات حکمت باعث امتناع بالغیر ہوئی، الحمدللہ اہل بدعت کے بارے میں اس طرح سنت باری تعالٰی ہے کہ انھیں کے کلام سے انھیں کے کلام پر حجت والزام قائم فرماتا ہے ع

ومنھا علی بطلانھا لشواھد

(ان میں سے ان کے بطلان پر شواہد موجود ہیں۔ ت)

سچ کہا ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد

(جھوٹے شخص کا حافظہ نہیں ہوتا۔ ت)

تازیانہ ۳۰: اقول سبحان اللہ! ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ امام الطائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیۃً مانا حقیقۃً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے، مگر غور کیجئے تو وہاں کچھ اور ہی گل کھلا ہے، امام و ماموم، خادم و مخدوم سارا طائفہ ملوم کذب الٰہی کو واقع اور موجود گا رہا ہے، صراحۃً کہتے ہیں کہ کذب مقدور اور بلاشبہہ مقدوریت کذب مقدوریت صدق کو مستلزم، کما دللنا علیہ فی الدلیل السادس و العشرین (جیسا کہ اس پر ہم نے چھبیسویں دلیل میں اشارہ کیا ہے۔ ت)، اور امام الطائفہ نے تو صاف بتا دیا کہ برعایت مصلحت صدق اختیار فرمایا، اب کتب عقائد ملاحظہ کیجئے، ہزار در ہزار قاہر تصریحیں

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۴

ملیں گی کہ جو کچھ باختیار صادر ہو قدیم نہیں تو لاجرم صدق الٰہی حادث ٹھہرا اور ہر حادث ازل میں معدوم اور ازل کیلئے نہایت نہیں، تو بالیقین لازم کہ ازل غیر متناہی میں مولٰی تعالٰی سچا نہ رہا ہو اور جب سچا نہ تھا تو معاذ اللہ ضرور جُھوٹا تھا للانفصال الحقیقی بینہما (کیونکہ ان دونوں کے درمیان انفصال حقیقی ہے۔ ت) پھر ضلال پلشت کا چہرۂ زشت چھپانے کو کیوں کہتے ہو کہ کذبِ الٰہی ممکن ہے، کیوں نہیں کہتے کہ خدائے موہوم طائفۂ ملوم کروڑوں برس تک جُھوٹا رہ چکا ہے، پھر اب بھی اپنی پرانی آن پر آئے تو کیا ہے، تعالی اللہ عمّا یقولون علوًا کبیرًا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بالا ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ ت)

تازیانہ ۳۱: میں نے بار ہا قصد کیا کہ تازیانوں میں دس بیس تیس پر بس کروں مگر جب ان حضرت کی شوخیاں بھی مانیں، وہاں تو سے

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے بنگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

(سر کی مانگ سے لے کر قدم تک ہر جگہ پر نظر ڈالو دامنِ دل ہر جگہ کے بارے میں کہے گا جگہ یہی ہے۔ ت)

اسی رسالہ یکروزی میں عبارت مذکورہ سے دو سطر اوپر جو نظر کروں تو وہاں تو خُوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں یہاں عروس مذہب کے جمال مطلب پر پردۂ تقیہ تھا وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں، اعتراض تھا کہ اگر حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصافِ کمالیہ میں حضور کا شریک من حیث ھو شریک ممکن ہو تو خبر الٰہی کا کذب لازم آئے کہ وہ فرماتا ہے:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین[1] — لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے آخری ہیں (ت)

اور وصفِ خاتمیت میں شرکت ناممکن، حضرت اس کا ایک جواب یُوں دیتے ہیں:

بعد اختیار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلاً منتج بتکذیب نص از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بوصف انزال ممکن ست داخل تحت قدرت الٰہیہ، کما قال اللہ تعالٰی ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجدلک

اختیار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس آیہ کریمہ کی بھول ہو جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل کے وجود کے امکان والی بات نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب بالکل نہ ہوگی جبکہ نازل شدہ قرآن کا سلب ممکن ہے جو اللہ تعالٰی کی قدرت کے تحت داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کی طرف کی ہوئی وحی کو اٹھالیں پھر آپ ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

26 به علینا وکیلا[۱] پاس کوئی وکالت کرنے والا نہ پاتے۔ (ت)

حاصل یہ کہ امکانِ کذب ماننا تکذیبِ قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیاتِ قرآن بھی محفوظ رہیں حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالیٰ قرآن ہی کو فنا کر دے، پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے۔

اقول ایھا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھوٹی ہو جائے تو ہو جائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اسے جھوٹا جانیں، یہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں کہ خدا کی فلانی بات جھوٹی ہوئی اور جب قرآن ہی محو ہوگیا پھر جھوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہو جائے تو کیا پروا، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)، اے سفیہ ظلوم! یہ تیرا خدائے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنوں سے ڈر کر جھوٹ سے بچے اور ان سے چُرا چھپا بہلا بھلا کر خوب پیٹ بھر کر بولے ہمارا سچا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی نقصان کو اس کے سراپردہ عزت تک بار ممکن نہیں، اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی سے نہیں ڈرتا، یفعل اللہ مایشاء[۲] (اللہ جو چاہے کرے۔ ت)، یحکم ما یرید[۳] (حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ت) اس کی شان ہے، اور لایسئل عما یفعل وھم یسئلون[۴] (اس سے نہیں پُوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت)۔ اس کے جلال عظیم کا بیان لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض[۵]، سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون[۶] (اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔ ت)

تازیانہ ۳۲: رب جلیل کو خلق کا خوف ماننا حضرت کا قدیمی مسلک ہے، تقویۃ الایمان میں بھی بحثِ شفاعت میں فرما گئے: "آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے

---

[۱] رسالہ یکروزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷
[۲] ؍؍ ۱۴/۲۷
[۳] ؍؍ ۵/۱
[۴] ؍؍ ۲۱/۲۳
[۵] ؍؍ ۴۵/۳۷
[۶] ؍؍ ۶/۱۰۰

دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے"۔ العظمۃ للہ! سفیہِ جہول نے خدا کو بھی دارا و سکندر یا ہمایوں و اکبر سمجھا ہے کہ اپنی مرضی پوری کرنے کو لوگوں کے لحاظ سے حیلے ڈھونڈتا ہے، الا بعدا للقوم الظٰلمین[1] (دُور ہوں بے انصاف لوگ۔ ت)

تازیانہ ۳۳ : قولہ "سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست[2]" (نزول کے بعد قرآن مجید کا سلب ممکن ہے۔ ت)

اقول اے طرفہ معجون جملہ بدعات قرآن مجید اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ازلیہ ابدیہ ممتنع الزوال ہے، نہ اس کا وجود اللہ عزوعلا کے ارادہ و اختیار و خلق ایجاد سے، نہ اس کا سلب و اعدام اللہ تعالٰی کی قدرت میں ورنہ اپنی ذات کریم کو بھی سلب کر سکے مقتضائے ذات بے اقتضائے ذات منتفی نہیں ہوسکتا۔

تازیانہ ۳۴ : قولہ کما قال اللہ تعالٰی[3] (اس کا قول: جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ ت)

اقول کیا خوب، کہاں ذاہب کہاں مسلوب، مگر آپ کو تحریفِ معنوی مرغوب۔

تنبیہ : ہیہات یہ گمان نہ کرنا کہ سلب سے مراد قلب سے زوال ہے، اوّلاً جس ضرورت سے اس طرف جایئے وُہ حضرت کے بالکل خلاف مذہب کہ یہ شخص صفاتِ باری کو علانیہ مخلوق و اختیاری مانتا ہے، جیسا کہ علم الٰہی و صدقِ ربانی کے بارے میں اس کی تصریحیں ہم نے اُوپر نقل کیں اور بیشک وُہ چیز جو مخلوق و مقدور ہے اس کی ذات کا سلب بھی ممکن، تو برخلاف مسلک قائل تاویل قول غلط و باطل۔

ثانیاً ہم نے تنزیہ دوم میں بدلائل ثابت کر دیا کہ صدق کو اختیاری ماننے والا قطعاً قرآن عظیم کو حادث مانتا ہے اور بیشک ہر حادث قابلِ فنا، پھر اس کے نزدیک فنائے قرآن یقیناً جائز۔

ثالثاً خاص یہاں بھی حضرت کا مطلب ان کی جاہلانہ نظر میں جبھی نکلے گا کہ قرآن مجید فی نفسہٖ معدوم ہوسکے کہ جب خبر ہی نہ رہی تو کاذب کیا ہوگی ورنہ مجرد سہو ہوجانا ہرگز منافی کذب نہیں ہوسکتا، کما لا یخفی فاعرف (جیسا کہ مخفی نہیں لہٰذا اسے اچھی طرح جان لو۔ ت)

تازیانہ ۳۵ : اقول بفرضِ محال اگر سلب قرآن ممکن بھی ہوتا ہم جناب سفاہت مآب کا جواب عجاب قطعاً ناصواب۔ معترض نے لزومِ کذب سے استحالہ قائم کیا تھا، نہ لزومِ تکذیب سے، اور بیشک اس تقدیر پر لزومِ کذب سے اصلاً مفر نہیں کہ خبر جب خلافِ واقع ہو تو اس کا صفحۂ عالم سے انعدام مانع کذب قائل نہ ہوگا، مانا کہ خبر معدوم ہوگئی، اس کے بعد اس کا خلاف واقع ہوا تو غایت یہ کہ ظہورِ کذب کا وقت تھا

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۴

[3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

کہ کذب اس وقت اسے عارض ہوتا جس کے لئے وجود معروض درکار تھا، وہ جس وقت موجود تھی اسی وقت بوجہ مخالفت واقع کاذب تھی گو ظہورِ کذب بعد کو ہو یا کبھی نہ ہو، اب انسان ہی میں دیکھئے اس کا کلام کہ عرض ہے اور عرض علمائے متکلمین کے نزدیک صالح بقا نہیں، فوراً موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتا ہے، با ایں ہمہ جب اس کا خلاف واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں فلاں کی بات جھوٹی تھی، غرض اس نفیس جواب مُلّائے عجاب اور ان دو ہذیان تباہ و خراب کی قدر ان کے مثل مجانین ہی جانتے ہوں گے یا معاذاللہ عفو الٰہی بشرطِ صلاحیت کام نہ فرمائے تو اس کی سچی قدر اس دن کھلے گی یوم یقوم الناس لرب العالمین[1] (جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ ت)

الحمدللہ! یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل پینتیس[۳۵] کوڑے ہیں اور پانچ ہذیان اول پر گزرے تو پورے چالیس تازیانے ہوئے، واقعی معلم طائفہ نے بغلامی معلم الملکوت ہمارے مولیٰ پر کذب وعیوب کا افترائے ممقوت کیا، اور شرع میں افترا کی سزا اسّی کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی حد فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب[2] (تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ ت) تو چالیس کوڑے نہایت بجا واقع ہوئے، اللہ عزوجل سے آرزو کہ قبول فرمائے اور ان تازیانوں کو متبوع کے حق میں نکال و عقوبت تابع کے لئے ہدایت و عبرت، اہل سنت کے واسطے قوت و استقامت بنائے، آمین یا ارحم الراحمین! بیشک ہماری طرف کے علماء شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ نے حضرت کے ہذیان دوم کی بھی ضرور دھجیاں لی ہوں گی مگر اس وقت تک فقیر کی نظر سے اس بارے میں کوئی تحریر نہ گزری، جو کچھ حاضر کیا بحمداللہ سب القائے ربانی ہے کہ عبدِ ضعیف پر فیض لطیف سے فائض ہوا، امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس بسط جلیل ووجہ جمیل پر نقد جزیل حصہ خاص فقیر ذلیل ہے،

ع۵ بلکہ مذہب بقا پر بھی مدعا حاصل، لفظی غیر قار کا انعدام تو ظاہر اور نفسی نسبت مخلوطہ بالارادہ ملحوظ بالقصد الافادہ کا نام ہے، پُر ظاہر کہ ارادۂ افادہ دائم نہیں، اور جو کچھ بعد کو محفوظ رہے صورت علمیہ ہے، نہ کلامِ نفسی، معہذا بحالتِ نسیان وہ بھی زائل، علاوہ بریں روحِ انسانی اگرچہ اہل سنت کے نزدیک فنا نہ ہوگی، مگر قطعاً ممکن الانعدام اس کے ساتھ اس کے سب صفات معدوم ہوسکتے ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۳/ ۶

[2] " " ۴/ ۲۵

فللّٰه المنّة فی کل اٰن وحین والحمد للّٰه رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!

ہر وقت وہر گھڑی اللہ تعالٰی کی ہی حمد ہے اور حمد ہے تمام جہانوں کے پروردگار کی، صلٰوۃ وسلام رسولوں کے سردار محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے آل واصحاب تمام پر، آمین! (ت)

تنزیہ چہارم علاج جہالات جدیدہ میں

اقول وبحول اللّٰه اصول ایھا المسلمون (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اے اہلِ اسلام! ۔ت) امکانِ کذبِ الٰہی کو خلفِ وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلافِ ائمہ کی وجہ سے امکانِ کذب کو مختلف فیہ ماننا ایک تو افترا، دوسرے کتنا بے مزہ، بیشک مسئلہ خلف وعید میں بعض علماء جانبِ جواز گئے اور محققین نے منع وانکار فرمایا، مگر حاشا نہ اس سے امکانِ کذب ثابت، نہ یہ علمائے مجوزین کا مسلک بلکہ وہ اس سے بہزار زبان تبری وتحاشی کرتے ہیں، پھر ان کی طرف امکانِ کذب کی نسبت سخت کذب وستم جبارت جس کے بہتان واضح البطلان ہونے پر حجج قاہرہ قائم۔

حجتِ اولٰی، یہی نصوص قاطعہ کہ تنزیہ اول میں گزرے جن سے واضح کہ کذب باری محال ہونے پر اجماع قطعی منعقد، تمام کتبِ کلامیہ میں جہاں اس مسئلے کا ذکر آیا ہے صاف تصریح فرمادی کہ اس پر اجماع و اتفاق علماء ہے یا بے حکایت خلاف اس پر جزم فرمایا ہے۔

حجتِ ثانیہ، **اقول** طرفہ یہ کہ جو علماء مسئلہ خلف وعید میں خلاف بتاتے ہیں وہی استحالہ کذب پر اجماع نقل فرماتے ہیں، جس شرح مقاصد میں ہے:

ان المتاخرین منھم یجوزون الخلف فی الوعید[1]

ان میں کے متاخرین خلفِ وعید جائز مانتے ہیں۔

اسی شرح مقاصد میں ہے:

ع تنبیہ ضروری: خوب یاد رہے کہ اس ساری تنزیہ اور اس کے مناسب تمام مواضع رسالہ میں ہمارا روئے سخن ان ناقصوں خاسروں کی طرف نہیں جنھیں عروسان منصہ امامت طائفہ نے اپنے بھولے چہروں کا نقاب بنایا ہو بلکہ صرف مخاطبہ ان نئے متبوعوں، تازہ مقتداؤں سے ہے جو کتاب پر تقریظ لکھیں اور اس کے حرف بحرف صحیح ومسلم ہونے کی تصریح کریں، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی اتفقت الائمۃ علی العفو عن الصغار دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

الکذب وھو محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال[1]۔

کذبِ الٰہی باجماعِ علماء محال ہے کہ وہ باتفاقِ عقلاء عیب ہے اور عیب اس پاک بے عیب پر قطعاً محال۔

مگر علماء کو خبر نہ تھی کہ امکانِ کذب جوازِ خلفِ وعید پر متفرع تو ہم اسے مختلف فیہ لکھ کر کیونکر اجماعی بتاتے دیتے ہیں اب چودھویں صدی میں آکر ان حضرات کو اس تفریع کی خبر ہوئی۔

حجتِ ثالثہ، اقول طرفہ تر یہ کہ جو علماء خلفِ وعید کا جواز مانتے ہیں، خود ہی کذبِ الٰہی کو محال و اجماعی جانتے ہیں، جس مواقف میں ہے:

لایعد الخلف فی الوعید نقصا[2]

خلفِ وعید نقص نہیں گنا جاتا۔

اسی مواقف میں ہے:

انہ تعالٰی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا[3]۔

کذبِ باری بالاتفاق محال ہے۔

جس شرح طوالع میں ہے:

الخلف فی الوعید حسن[4]

وعید میں خلف حسن ہے

اسی میں ہے:

الکذب علی اللہ تعالٰی محال[5]

اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے۔

جن علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد میں لکھا:

ذھب بعض العلماء الٰی ان الخلف فی الوعید جائز علی اللہ تعالٰی لا فی الوعد وبھذا وردت السنۃ[6]۔

بعض علماء اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۰۴

[2] شرح المواقف المقصد السادس فی تقریر اصحابنا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۰۷

[3] ؍؍ ؍؍ المقصد السابع فی انہ تعالٰی متکلم ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۸/۱۰۰

[4] شرح طوالع الانوار

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍

[6] الدوانی علی العضدیہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۴

پھر بعد ذکر حدیث اسے عرف وکلام عرب سے مؤید کیا کما نقلہ افندی اسماعیل حقی فی روح البیان (جیسا کہ امام اسماعیل حقی آفندی نے روح البیان میں اسے نقل کیا ہے۔ ت) وہی علامہ جلال فرماچکے :

الکذب علیہ تعالٰی محال لا تشملہ القدرۃ[1]۔ اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔

مگر یہ علماء خود اپنا لکھا نہ سمجھتے تھے کہ باہم متلازم چیزوں میں ایک کا جواز دوسرے کا استحالہ کیونکر مان لیتے اور اپنے کلام سے آپ ہی تناقض کرتے ہیں، اب صدہا سال کے بعد ان حضرات کو کشف ہُوا کہ مذہب کے معنی وُہ تھے جو خود اہلِ مذہب کی فہم میں نہ تھے۔

حجّتِ رابعہ ، اقول افسوس ان ذی ہوشوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ علماء مسلک جواز کا محصل و مبنٰی کیا ٹھہراتے اور اس تفریع شنیع یعنی امکانِ کذب کو کیوں کر طرح طرح سے دفع فرماتے ہیں، یہاں ان سے بعض وجوہ نقل کرتا ہُوں :

وجہ ۱ : وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے، نہ اخبار، تو سرے سے احتمالِ کذب کا محل ہی نہ رہا۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے :

الخلف فی الوعید جائز فان اھل العقول السلیمۃ یعدونہ فضلا لا نقصا دون الوعد فان الخلف فیہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ ورد بان ایعاد اللہ تعالٰی خبر فھو صادق قطعا لاستحالۃ الکذب ھناک، و اعتذر بان کونہ خبرا ممنوع بل ھو انشاء للتخویف فلا باس فی الخلف[2] (ملخصاً)

یعنی وعید میں خلف جائز ہے کہ سلیم عقلیں اسے خوبی گنتی ہیں، نہ عیب، اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال۔ اس پر اعتراض ہُوا کہ اللہ تعالٰی کی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقیناً سچّی کہ باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں۔ (ملخصاً)

دیکھو! خلف وعید جائز ماننے والوں سے استحالہ کذبِ الٰہی کا صراحۃً اقرار اور اس کے امکان سے بہزار زبان اجتناب وانکار کیا اور اپنے مذہب کی وُہ توجیہ فرمائی جس نے اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہ رکھی، پھر معاذ اللہ امکان کذب ماننے کو ان کے سر باندھنا کیسی وقاحت وشوخ چشمی ہے۔

---

[1] الدوانی علی العضدیۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف قم ایران ۱/ ۶۲

وجہ ۲: فرماتے ہیں آیاتِ وعید آیاتِ عفو سے مخصوص ومقید ہیں، یعنی عفو و وعید دونوں میں وارد، تو ان کے ملانے سے آیاتِ وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنھیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جوازِ خلف کو معاذ اللہ امکانِ کذب سے کیا علاقہ رہا۔ امکانِ کذب تو جب نکلتا کہ جزماً حتماً وعید فرمائی جاتی اور جب خود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدمِ عفو فرما دیا ہے تو چاہے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقیناً صادق جس میں احتمالِ کذب کو اصلاً دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتبِ علماء مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل وتفسیر عمادی ارشاد العقل السلیم وتفسیر حقی روح البیان وشرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی، لطف یہ ہے کہ خود وہی ردالمحتار جس سے مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے مسئلۂ خلف میں خلاف نقل کیا، اسی ردالمحتار میں اسی جگہ اسی قولِ جواز کے بیان میں فرمایا:

حاصل ھذا القول جواز التخصیص لما دل علیہ اللفظ بوضعہ اللغوی من العموم فی نصوص الوعید[1]

اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوصِ وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنی لغوی کی رُو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا، اس میں تخصیص جائز ہے۔

یعنی عام مراد نہ ہو بلکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جنھیں مولٰی تعالٰی عذاب فرمانا چاہے، ایمان سے کہنا اسی ردالمحتار میں یہیں یہ تصریح صریح تو نہ تھی جس نے اس تفریع خبیث وقبیح کی صاف بیخ کنی کردی آج تک کسی عاقل نے بھی عام مخصوص منہ البعض کو کذب کہا ہے، ایسے عام تو قرآن عظیم میں اس وقت بکثرت موجود، پھر امکانِ کذب کیوں مانو، صاف نہ کہہ دو کہ قرآن مجید میں (خاک بدہن گستاخان) جا بجا کذب موجود ہے، واہ شاباش! ردالمحتار کی عبارت سے اچھا استناد کیا کہ آدھی نقل اور آدھی نقل، پھر بھی دعوٰی رشد و دیانت باقی ہے، ذرا آدمی خدا سے تو حیا کرے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وجہ ۳: اگر بالفرض کوئی نص مفید تخصیص وتقیید وعید نہ بھی آتا تاہم کریم کی شان یہی ہے کہ غیر متمرد غلاموں کے حق میں وعید بنظر تہدید فرمائے اور اس سے یہی مراد لے کہ اگر ہم معاف نہ فرمائیں تو یہ سزا ہے، خلاصہ یہ کہ قرینۂ کرم تخصیص وتقیید وعید کے لئے بس ہے اگرچہ مخصص قولی نہ ہو۔

اقول وبہ یحصل قران المخصص بالمخصص بخلاف ما سبق فھو خاص بمذھب

میں کہتا ہوں اس سے اقتصال مخصص بالمخصص ہوگیا بخلاف ماسبق کے، وہ صرف اسی شخص کے مذہب کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

من یجیز التراخی والانفصال وھذا جار علی مذھب الکل۔

موافق ہے جس نے تراخی وانفصال کو جائز رکھا ہے اور یہ تمام مذہب پر جاری ہے (ت)

یہ وجہ وجیہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے خیال میں آئی تھی یہاں تک کہ علامہ خیالی رحمہ اللہ تعالٰی کو دیکھا کہ حاشیہ شرح عقائد میں اس کی تصریح فرمائی،

حیث قال لعل مرادھم ان الکریم اذا اخبر بالوعید فاللائق بشانہ ان یبنی اخبارہ علی المشیۃ وان لم یصرح بذلك بخلاف الوعد فلا کذب ولا تبدیل[1]

یعنی امید ہے کہ خلف وعید جائز ماننے والے یہ مراد لیتے ہیں کہ کریم جب وعید کی خبر دے تو اس کی شان کے لائق یہی ہے کہ اپنی خبر کو مشیت پر مبنی رکھے اگرچہ کلام میں اس کی تصریح نہ فرمائے بخلاف وعدہ کے تو خلفِ وعید میں نہ کذب ہے نہ بات بدلنا۔

مسلمانو! دیکھا کہ خلفِ وعید جائز ماننے والے اس تفریع ناپاک سے جو مدعی بیباک نے گھڑی کس قدر دُور بھاگتے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رَد کرتے ہیں، پھر اپنی جھوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جرأت و بے حیائی ہے، قال اللہ سبحانہ وتعالٰی:

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا۔[2]

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔ (ت)

حجت خامسہ، اقول مجوزین خلف وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ باری عزاسمہ نے فرمایا:

ان اللہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء[3]

بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔

اسی ردالمحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا:

ادلۃ المثبتین التی من انصھا قولہ تعالٰی

اثبات کرنیوالوں کی مضبوط ترین دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے

---

[1] حاشیۃ الخیالی علی شرح العقائد النسفیۃ مطبع اصح المطابع بمبئی (انڈیا) ص ۱۲۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۲

[3] " " ۴/ ۱۱۶

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذٰلک[1] — بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا (ت)

یُوں ہی اس کی ماخذ حلیہ شرح منیہ امام محقق ابن امیر الحاج میں ہے اور پُر ظاہر کہ دعوٰی دلیل پر متفرع اور اس کے مفاد کا تابع ہوتا ہے، سبحان اللہ! جب جوازِ خلف خود ارشادِ متکلم بالوعید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرمادیا "ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے" تو دلیل امکانِ کذب کو اصلاً راہ نہیں دیتی مگر مدلول میں زبردستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا اس جہالت کی کوئی حد ہے آپ کے نزدیک یہ علماء اپنے دعوٰی و دلیل کی بھی سمجھ نہ رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکانِ کذب لازم، اور دلیل وُہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع و حاسم، خدارا اپنی جہالتیں، سفاہتیں علماء کے سر کیوں باندھتے ہو، ؎

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

للہ! انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا یہ سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے، تو کیا اگر وُہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وُہ احمق جاہل دعوٰی کرتا ہے یا اگر کوئی شخص بدلیل اس دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضرور نہیں کہ ہو ہی کر رہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وُہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے، ذرا آدمی کچھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے، سبحٰن اللہ! جس ردالمحتار سے سند لائے اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں وُہ صاف و روشن تصریحیں موجود جن سے اس تفریع ناپاک کی پُوری قلعی کھلتی ہے۔ حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائیں اور باقی بالکل ہضم، گویا دیکھا ہی نہیں، اسی کا نام دین و دیانت ہے، اسی پر دعوٰی رُشد و ہدایت ہے، مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقلِ عبارت میں قطع و برید اب صاحبوں کا داب قدیم رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے متکلمین نے رسالے کے رسالے جی سے گھڑ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کردیئے، انتہا یہ کہ عالم و امام دل سے تراشے کہ باوجود تکرارِ مطالبہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتا نہ دے سکے، فقیر کے بعض احباب سلمہم اللہ تعالٰی نے رسالہ "سیف المصطفٰی علٰی ادیان الافتراء" اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد و اکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عبارتوں، بددیانتیوں کا ثبوت دیا۔ واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح عمر بھر کے عمل کو بس سمجھی ہے کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

اذالم تستحیی فاصنع ما شئت[1] (جب کوئی بے حیا ہوجائے تو وہ جو چاہے کرے۔ت) ع

بے حیا باش وانچہ خواہی کن

(بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتا رہ۔ت)

حجت سادسہ، اقول امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابوعمرو بن العلاء لعمرو بن عبید، ما تقول فی اصحاب الکبائر؟ قال اقول ان اللّٰہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ، قال ابوعمرو انك رجل اعجم، لا اقول اعجم اللسان و لکن اعجم القلب، ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لؤما وعن الایعاد کرما، والمعتزلۃ حکوا ان اباعمرو بن العلاء لما قال ھذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یا اباعمرو فھل یسمی اللّٰہ مکذب نفسہ؟ فقال لا، فقال عمرو بن عبید فقد سقطت حجتك، قالوا فانقطع ابوعمرو بن العلاء، وعندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لوکان الوعید ثابتا جزما من غیر شرط، و عندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو، فلا یلزم من ترکہ دخول الکذب فی کلام اللّٰہ تعالٰی[2] اھ ملخصا۔

یعنی امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائقی جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں۔ اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائیے گا، امام نے فرمایا نہ، عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہوگئے، امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلاشرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدمِ عفو سے مشروط ہیں تو خلفِ وعید سے معاذ اللہ کلامِ الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظرِ انصاف غور کرے، اولاً اگر تجویز خلف امکان کذب ماننا ہوتی تو برتقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی انہیں صاف کہنا تھا میں جوازِ خلف مانتا ہوں تو امکانِ کذب میرا عین مذہب اور

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن مسعود حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۲۳۷

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ اللہ لا یخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۷/۱۹۷

برتقدیرِ کذب معتزلہ علمائے اہلسنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گھڑی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے مجوزین خلف تو امکانِ کذب مانتے ہی ہیں، پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیاً آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں، سبحان اللہ! جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے علمائے کرام پر جیتا طوفان باندھا۔

حجتِ سابعہ، اقول آپ کی یہی ردالمحتار جس سے آدھا فقرہ نقل کرکے ائمہ دین پر پوری تہمت کردی، اس مبحث میں حلیہ امام علامہ ابن امیر الحاج سے ناقل ہے شروع عبارت یوں ہے:

واقفه على الاول صاحب الحلية المحقق ابن امير الحاج وخالفه فى الثانى وحقق ذٰلك بانه مبنى على مسئلة شهيرة وهى انه هل يجوز الخلف فى الوعيد فظاهر مافى المواقف الخ۔[1]

صاحبِ حلیہ محقق ابن امیر الحاج نے اول میں اس کی موافقت کی ہے اور ثانی میں مخالفت، اور ثابت کیا کہ اس کا مدار ایک مشہور مسئلہ پر ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا خلف وعید جائز ہے، تو مواقف میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے الخ (ت)

اور ختم یوں هذا خلاصة ما اطال به فى الحلية[2] (یہ حلیہ میں ان کی طویل گفتگو کا خلاصہ ہے۔ ت) اور یہ صاحبِ حلیہ خود مسلمانوں کے حق میں جوازِ خلف کو ترجیح دیتے ہیں، اسی ردالمحتار میں ان سے منقول:

الاشبه ترجح جواز الخلف فى الوعيد فى حق المسلمين خاصة دون الكفار۔[3]

اشبہ و مختار یہ ہے کہ خلف وعید کا جواز خاص مسلمانوں کے حق میں ہے نہ کہ کفار کے حق میں۔ (ت)

اب ملاحظہ ہو کہ یہی امام علام قائل جواز خود آپ کی اس تفریع شنیع یعنی امکان کذب سے کیسی سخت تحاشی کرتے ہیں، اسی حلیہ میں بعد ختم بحث کے فرمایا:

وحاش لله ان يراد بجواز الخلف فى الوعيد ان لا يقع عذاب من اراد الله الاخبار

یعنی حاشا للہ خلف وعید جائز ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس کے عذاب کی خبر دینی چاہی

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱
[2] ایضاً
[3] ایضاً

بعذابہ فانہ محال علی اللہ تعالیٰ قطعًا، کما ان عدم وقوع نعیم من اراد اللہ الاخبار عنہ بالنعیم محال علیہ قطعًا کیف لا وقد قال تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا ہ ومن اصدق من اللہ حدیثا ہ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ[2]۔

اس کا عذاب واقع نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ پر قطعًا محال ہے، جس طرح یہ بالیقین ممکن نہیں کہ اس نے جس کیلئے نعیم کی خبر دی ہو اس کے لئے نعیم واقع نہ ہو اور کیوں کر نہ ہو اسکی خبر کا کذب محال ہے، حالانکہ وُہ خود فرماتا ہے اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا ہے، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے، تیرے رب کی باتیں سچ اور عدل میں کامل ہیں، کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں۔

کیوں ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم امکانِ کذب ماننے کا بہتان کرتے ہو، اللہ حیا دے۔

حجت ثامنہ بقطع عرق ضلالت ضامنہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اور اسی کی توفیق سے تحقیق ت کو پایا جا سکتا ہے۔ ت) علمائے مجوزین کے طرق استدلال ومناظرہ وجدال شاہد عدل ہیں کہ ان کے نزدیک خلف وعید وعفو ومغفرت میں نسبت تساوی اور دونوں جانب سے ترادف کلی ہے، ثبوت سُنئے قریب گزرا کہ انھوں نے اپنے دعوے پر آیۂ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء[2] (اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دے گا۔ ت) سے استدلال کیا، اور حلیہ پھر ردالمحتار میں جس سے آپ ہمیشہ کے لئے اپنے پیچھے ایک آفت لگانے کو ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائے، اس دلیل کو انص واظہر دلائل مجوزین کہا اور پُر ظاہر کہ آیت صرف جواز مغفرت ارشاد فرماتی ہے اسی کو انھوں نے جواز خلف پر دلیل ٹھہرایا تو ان کا استدلال برہان قاطع کہ وہ مغفرت کو خلف سے عام نہیں مانتے کہ جواز اعم ہرگز جواز اخص کا مثبت نہیں ہو سکتا، اور عنقریب آتا ہے کہ معتزلہ نے امتناع عفو پر آیاتِ وعید سے تمسک کیا، اس پر ان علماء نے جواب دیا کہ خلف جائز ہے تو لاجرم جواز خلف کو امتناع عفو کا رَد مانا اور زنہار جواز اعم امتناع اخص کا نافی نہیں ہو سکتا، تو ان کا یہ جواب دلیل ساطع کہ وہ خلف کو مغفرت سے عام نہیں مانتے، رہا تباین وہ بالبداہۃ اور خود اسی رَد واثبات سے بیّن البطلان پس تساوی متعین اور مراد متبین، یعنی ظاہر ہو گیا کہ وہ صرف عدم وقوع وعید بوجہ عفو کو خلف سے تعبیر فرماتے اور جائز

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۴/۱۱۶

ٹھہراتے ہیں کہ یہی مغفرت سے مساوی ہے نہ کہ معاذ اللہ تبدیل قول و تکذیب خبر کہ عفو سے عموم و خصوص دونوں رکھتی ہے، مثلاً درگزر بربنائے تخصیص نصوص و تقیید وعید واقع ہوئی تو عفو موجود اور تبدیل مفقود، اور کسی جرم پر ایک سزائے شدید کی وعید حتمی اور ایقاع کے وقت اس میں کمی کی تو عفو[عہ] مفقود اور تبدیل موجود، اور اگر عفو تخفیف کو شامل کیجئے تو عام مطلقاً سہی بہرحال خلف کہ اس کا مساوی ہے کذب سے قطعاً عام مطلقاً یا من وجہ، اب تو اپنی جہالت فاحشہ پر متنبہ ہوئے کہ جواز اعم امکان اخص کا مستلزم مان رہے ہو فالحمد للہ علی اتمام الحجۃ و ایضاح المحجۃ۔

حجت تاسعہ قاہرہ قالعہ قاتلہ قارعہ بارعۃ التبیین دامغۃ الکذابین، اقول

وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ایہا المسلمون! ذرا قلب حاضر درکار، اس مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے کذب باری عزوجل کا صرف امکان عقلی ہی ائمہ دین کی طرف نسبت نہ کیا، بلکہ معاذ اللہ انھیں کفر صریح کا قائل قرار دیا، پھر الحمد للہ ان کا دامن سنت مامن تو کفر و ضلالت کے ناپاک دھبوں سے پاک و منزہ مگر حضرت خود ہی اپنے ایمان کی خیر منائیں، یوں نہ مانیں تو مفصل جانیں، اصل مراد یہ ہے کہ خلف بایں معنی کہ متکلم ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے، بلاشبہہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں مگر خلاف واقع خبر دینا تو اس معنی پر خلف کو ممکن یا ممتنع یا واقع یا واجب جو کچھ مانئے بعینہٖ وہی حکم کذب کے لئے ثابت ہوگا کہ یہ جانب وجود ہے اور جانب وجود میں قسم مقسم کو مستلزم اور عقل احکام قسم سے مقسم پر حاکم کہ اس کا وجود بے اس کے محال و ناممکن، تو لاجرم اس کا امکان اس کے جواز اور اس کا وجود اس کے وقوع اور اس کا وجوب اس کی ضرورت کو لازم، حضرت مدعی جدید نے اپنی جہالت و ضلالت سے کلام علماء میں خلف کے یہی معنٰی سمجھے کہ باری تعالٰی عیاذاً باللہ بات کہہ کر پلٹ جائے خبر دے کر غلط کردے لہٰذا جواز خلف پر امکان کذب کو متفرع کیا حالانکہ حاشا للہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ وہ صراحۃً[۱] اس معنی مردود مخترع عنود کا رد بلیغ فرماتے اور جواز خلف کو تخصیص نصوص و تقیید وعید وغیرہما ایسے امور پر بنا کرتے ہیں جن کے بعد نہ معاذ اللہ کہہ کر پلٹنا نہ بات کا بدلنا ہوا، اس امر پر دلائل قاہرہ و تصریحات باہرہ سُن ہی چکے مگر ان حضرت کو

عہ المغفرۃ وقایۃ شر الذنوب بالکلیۃ[۱] اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ۔

مغفرت گناہوں کے شر سے کلیۃً محفوظ رہنا ہے اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

یہ مسلم نہیں خواہی نخواہی خلف اسی معنی پر ڈھالتے ہیں جو ایک قسم کذب ہے تاکہ اس کے جواز سے امکان کذب کی راہ نکالیں بہت اچھا اگر یہی معنٰی مراد ہوں تو اب نظر کیجئے کہ جواز خلف کے کیا معنی ہیں اور وہ اپنے کس معنٰی پر ائمہ میں مختلف فیہ، حاشا جواز صرف بمعنی امکان عقلی محلِ خلاف نہیں بلکہ قطعًا[1] جواز شرعی و امکان وقوعی میں نزاع

عہ۱ اقول هل عسيت ان تتفطن مما القينا ونلقى عليك من الابحاث ونقلنا و ننقل لك من كلمات العلماء ان الكلام فى مطلق الخلف فى حق العصاة لا الخلف المطلق فيهم ولا الخلف فى الكفار لوفاق اهل السنة الوعيدية على استحالته شرعًا اما الثانى فظاهر واضح وقد نص عليه القرأن العزيز واجمعت عليه الامة جميعًا واما الاول فنقل عليه ايضا غير واحد الاجماع وهو الصواب من حيث النظر وان نقل العلامة فى حاشية العلائى خلافه ففى هٰذين ان كان الخلاف فلا يكون الا فى الامكان العقلى ولذا احمل عليه العلامة ش بيد انى لا اعلم خلافا بين اهل السنة فى جواز الاول عقلا والثانى وان وقع فيه خلاف ولكن المحققين هٰهنا على الجواز ولم يخالف فيه الا اقل قليل كما سيأتى فالذى[2] وقع عن العلامة ش

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے ہماری اس گفتگو سے جو کی اور کریں گے اور علماء کے منقولہ کلمات سے سمجھ لیں گے کہ کلام گنہ گاروں کے حق میں مطلق خلف میں ہے، نہ خلف مطلق میں اور نہ ہی حق کفار میں خلف ہے کیونکہ وعیدی اہلسنت کا اتفاق ہے کہ ایسی خلف وعید شرعًا محال ہے، دوسری بات (حق کفار میں) تو ظاہر واضح ہے اس پر قرآن عزیز کی تصریح ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے، رہی پہلی بات تو اس پر بھی متعدد اہلِ علم نے اجماع نقل کیا ہے، دلیل کے اعتبار سے یہی صواب ہے، اگرچہ علامہ نے حاشیہ علائی میں اس کے خلاف نقل کیا ہے، ان دونوں میں اگر اختلاف ہو بھی تو محض بطور امکان عقلی ہی ہوگا اس لئے علامہ ش نے اسے اس پر محمول کیا مگر میں اول کے جواز عقلی میں اہلسنت کا اختلاف نہیں جانتا، اور دوسری میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن محققین یہاں بھی جواز پر ہیں اور اس کی مخالفت بہت ہی کم لوگوں نے کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

عہ۲ قوله فالذى وقع حيث نقل النزاع المشهور وكون المحققين على المنع

قولہ والذی وقع، کیونکہ انھوں نے جہاں نزاع مشہور نقل کیا ہے اور محققین کا اس کے کلام میں دونوں خلفوں

(باقی برصفحہ آئندہ)

ہے جس کے بعد امتناع بالغیر بھی نہیں رہتا، دلائل سنئے :

(بقیہ حاشیہ ۱ صفحہ گزشتہ)

اشتباہ یجب التنبیہ لہ وقد اوضحناہ علی ھامشہ ولولا ان عرضنا فی المقام لایتعلق بنقد ذٰلك لاتینا بالتحقیق فیما ھنالك ثم من البدیھی ان امکان عدم التعذیب عقلا مع استحالتہ شرعا ادخل فی الرد علی ھٰؤلاء الجھلۃ کما لایخفی علی عاقل فضلا عن فاضل و سنلقی علیك تحقیقہ فیما سیأتی فی رد الوھابیۃ الدیوبندیۃ فانتظر واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ۔

علامہ کش سے جو واقع ہوا یہ اشتباہ ہے جس پر تنبیہ ضروری ہے اور ہم نے اس کے حاشیہ پر اس کی وضاحت کردی ہے اگر ہماری غرض اس مقام پر تنقید کرنا ہوتی تو ہم اس تحقیق کو یہاں کردیتے، پھر یہ بات بدیہی ہے کہ عقلاً عدم عذاب کا محض امکان جو شرعاً محال ہے ان جہال کے رد کا ذریعہ بنتا ہے جیسا کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی ہو، عنقریب اس کی تفصیل وتحقیق وہابیہ دیوبندیہ کے رد میں آرہی ہے تھوڑا سا انتظار کرو۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

(بقیہ حاشیہ ۲ صفحہ گزشتہ)

فی کلامہ علی ھٰذین الخلفین وزعم تبعا للحلیۃ ان الاشبہ ترجح جواز الاول عقلا فاوھم ان جوازہ العقلی مختلف فیہ واوھم ایھاما اشد واعظم ان المحققین علی انکارہ وان کان الاشبہ عندہ ترجح الجواز مع انا لانعلم فیہ نزاعا اصلا ولا نظنہ محل نزاع وان کان فلاشك ان عامۃ الائمۃ علی الجواز ثم اوھم بل صرح اٰخرا ان الصحیح عند المحققین منع الثانی عقلا مع ان الامر بالعکس

پر منع مذکور ہوا اور حلیہ کی اتباع میں اس نے عقلاً جواز اول کی ترجیح کو مختار محسوس کرلیا تو اسے یہ وہم ہوگیا کہ اس کے جواز عقلی میں اختلاف ہے یہ وہم شدید ہے محققین تو اس کا انکار کررہے ہیں اگرچہ اس کے ہاں مختار جواز کو ترجیح دینا ہے حالانکہ ہم تو اس میں نزاع کا علم نہیں رکھتے اور نہ ہی محل نزاع کا گمان کرتے ہیں اور اگر ہے تو بلاشبہہ اکثر ائمہ جواز پر ہیں پھر وہم میں پڑتے ہوئے آخر تصریح کی کہ محققین کے ہاں صحیح یہ ہے کہ دوسری صورت عقلاً منع ہے حالانکہ معاملہ برعکس

(باقی اگلے صفحہ پر)

اوّلاً اہلسنت بالاجماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عاصیان کبائر کردگان و بے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی کچھ عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالٰی ان سے مواخذہ نہ فرمائے مگر امکانِ شرعی میں اختلاف پڑا اہلسنت بالاجماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقۂ وعیدیہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، انھوں نے آیاتِ وعید سے استناد کیا اس کے جواب میں جوازِ خلف کا مسئلہ پیش ہُوا یعنی اے معتزلہ! تمھارا استدلال تو جب تمام ہو کہ ہم وقوعِ وعید شرعاً واجب مانیں وہ خود ہمارے نزدیک جائز الخلف ہے تو عفو پھر جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوبِ عذاب کہ تمھارا دعوٰی تھا ثابت نہ ہُوا۔ امام علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

البحث الثانی عشر اتفقت الامۃ ونطق الکتاب والسنۃ بان اللہ تعالٰی عفو غفور یعفو عن الصغائر مطلقاً وعن الکبائر بعد التوبۃ ولا یعفو عن الکفر قطعاً، واختلفوا فی العفو عن الکبائر بدون التوبۃ فجوزہ الاصحاب بل اثبتوہ خلافاً للمعتزلۃ، تمسک القائلون بجواز العفو عقلاً وامتناعہ سمعاً وھم البصریون من المعتزلۃ وبعض البغدادیۃ بالنصوص الواردۃ فی وعید الفساق واصحاب الکبائر، واجیب بانھم داخلون فی عمومات الوعد بالثواب ودخول الجنۃ علی ما مر والخلف فی الوعد لؤم لا یلیق بالکریم وفاقاً بخلاف الخلف فی الوعید فانہ

بارھویں بحث: اُمت کا اتفاق اور کتاب وسنت اس پر ناطق ہیں کہ اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا غفور ہے، وہ صغائر تو ہر حال میں معاف فرما دیتا ہے اور کبائر کو توبہ کے بعد، کفر کو قطعاً معاف نہیں فرماتا، بغیر توبہ کبائر کی بخشش میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب (اہلسنّت) اس کے جواز کے قائل بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کرنے والے ہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے ان میں سے کچھ نے کہا عقلاً عفو کا جواز ہے مگر شرعاً ممتنع ہے، یہ بصری معتزلہ کی رائے ہے، بغدادی معتزلہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جو فساق اور اصحابِ کبائر کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں، ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ وعدہ ثواب ودخولِ جنت کی عمومی نصوص میں داخل ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فالحق ان محل النزاع المشھور ھو الجواز الشرعی وکلامھم انما ھو فی مطلق الخلف وتحقیق الحق فی محصلہ ما سنلقی علیک واللہ الھادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

ہے، تو حق یہ ہے کہ نزاع مشہور کا محل جواز شرعی ہے، علماء کا کلام مطلق خلف میں ہے، حق کی تحقیق ہم آپ پر عنقریب بیان کریں گے، واللہ الہادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

؎ بمایعد کرما اھ ملتقطا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے، اور وعدہ میں خلف ایسا قابلِ ملامت عمل ہے جو بالاتفاق کریم کے مناسب ولائق نہیں بخلاف خلافِ وعید کے کہ اسے اکثر کرم ہی شمار کیا جاتا ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو علماء اس جواز خلف سے عذاب کے وجوب شرعی کو دفع فرماتے ہیں اور وجوب شرعی کا مقابل نہیں مگر جواز شرعی اگر صرف امکان عقلی مراد ہو تو وہ ان معتزلہ کے مذہب سے کیا منافی اور ان کی دلیل کا کیونکر نافی ہوگا، وہ کب کہتے تھے کہ واجب عقلی ہے جو تم امکان عقلی کا قصہ پیش کرو تو ثابت ہُوا کہ یہ علماء بالیقین خلف وعید کو شرعاً جائز مانتے ہیں۔

ثانیاً محققین کہ جوازِ خلف نہیں مانتے، آیہ کریمہ مایبدل القول لدی² (میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ت) سے استدلال کرتے ہیں کمافی شرح عقائد النسفی وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر اور دیگر کتب میں ہے۔ت)، اور پُرظاہر کہ آیت میں نفی وقوع صرف استحالہ شرعی پر دلیل ہوگی نہ کہ امتناع عقلی پر، تو لازم کہ وہ علماء جواز شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محل نزاع سے محض اجنبی اور امر نزاعی کی نافہمی پر مبتنی ہوگی وہ نہ کہہ دیں گے کہ اس سے صرف استحالہ شرعی ثابت ہوا وہ امکان عقلی کے کب خلاف ہے جس کے ہم قائل ہیں۔

ثالثاً واحدی نے بسیط میں آیہ کریمہ انک لا تخلف المیعاد³ (بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ت) سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر حمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے۔ تفسیر کبیر میں فرمایا:

احتج الجبائی بھذہ الاٰیۃ علی القطع بوعید الفساق (ثم ذکر احتجاجہ والاجوبۃ عنہ الٰی ان قال) وذکر الواحدی فی البسیط طریقۃ اخرٰی، فقال لم لایجوزان یحمل ھٰذا علٰی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء

جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیہ مبارکہ سے استدلال کیا (پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کرکے پھر کہا) اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہُوئے کہا یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدہ اولیاء پر محمول کرلیا جائے نہ کہ وعید اعداء پر

---

¹ شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیۃ، لاہور ۲/ ۲۳۵ تا ۲۳۷
² القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹
³ ؍؍ ۳/ ۱۹۴

27
27

لان خلف الوعید کرم عند العرب[1] الخ۔
کیونکہ خلفِ وعید عربوں کے ہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس حمل کی انھیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جواز عقلی کے کچھ منافی نہیں۔

سابعاً قائلان جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلف وعید صرف بحقِ مسلمین جائز ہے نہ بحق کفار، عبارت حلیہ:

الاشبہ ترجح القول بجواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصۃ دون الکفار[2]۔
مختار یہ ہے کہ خلف وعید کا قول مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کفار کے لئے۔ (ت)

ابھی بحوالہ ردالمحتار گزری، مگر میں اس کی جگہ اور تحفے پیش کروں، مختصر العقائد میں ہے:

الملك لله والناس عبیدہ ولہ ان یفعل بھم مایرید ولکن وعد ان لایعذب احدا بغیر ذنب وان لایخلد المؤمن المذنب فی النار و یستحیل ان یخلف فی میعادہ وکذا اوعد ان یعذب المؤمن المذنب مدۃ ما والکافر مؤبدا ولکن قد یعفو عن المؤمن المذنب ولا یعذبہ لانہ تکرم وتفضل فیترك الوعید، اما فی حق الکفار فلا یکون العفو وان کان تکرما و تفضلا قال اللہ تعالٰی ولوشئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا، ولکن حق القول منی الاٰیۃ، اخبرانہ لا یفعل مع الکفار الا بطریق العدل[3]۔
ملک اللہ کا ہے، تمام لوگ اس کے غلام ہیں، اللہ تعالٰی ان کے بارے میں جو اپنے ارادہ کے مطابق کرسکتا ہے لیکن اس نے وعدہ فرمایا وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب نہیں دے گا، کسی مومن گنہ گار کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رکھے گا اور اس کے وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے اس طرح اس نے مومن گنہ گار کو کچھ وقت کے لئے اور کافر کو ہمیشہ کے لئے عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے لیکن اگر وہ کسی مومن کو معاف فرما دیتا ہے اور اسے عذاب نہیں دیتا تو یہ اس کا سراپا کرم وفضل ہے، تو وعید کو ترک فرماتا ہے رہا کفار کا معاملہ تو اس میں عفو نہیں اگرچہ عفو کرم وفضل ہی ہوتا ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دیں لیکن میرا قول حق ہے الآیہ، اس میں اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ فرمائے گا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لایخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۷/ ۱۹۶
[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱
[3] مختصر العقائد

روح البیان میں ہے :

اللہ تعالٰی لایغفر ان یشرك به فینجز وعیدہ فی حق المشرکین ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء فیجوزان یخلف وعیدہ فی حق المؤمنین[1]

اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے گی اور اس سے نیچے کو معاف فرما دیتا ہے جس کو چاہے، تو اہلِ ایمان کے حق میں خلفِ وعید جائز ہوگی۔ (ت)

سبحان اللہ! اگر صرف امکانِ عقلی میں کلام ہوتا تو وُہ باجماعِ اشاعرہ بلکہ جماہیر اہلسنت حق کفار میں بھی حاصل، وھو التحقیق یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید (اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ ت) شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے :

اتفقت الامۃ ان اللہ تعالٰی لایعفوعن الکفر قطعاً وان جاز عقلا ومنع بعضھم الجواز العقلی ایضا لانه مخالف لحکمۃ التفرقۃ بین من احسن غایۃ الاحسان ومن اساء غایۃ الاساءۃ وضعفه ظاھر[2] اھ ملخصاً۔

اُمت کا اتفاق ہے کہ کفر کو قطعاً معاف نہیں کیا جائیگا اگرچہ اس کا عقلی جواز ہے اور بعض نے تو جوازِ عقلی کا بھی انکار کیا ہے کہ انتہائی نیکی کرنیوالے اور انتہائی بُرائی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے کی حکمت کے خلاف ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی میں ہے :

عند شرذمۃ لایجوزون العفوعنھم فی الحکمۃ[3]

ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکمت کے طور پر کفار سے معافی کو جائز نہیں کہتے۔ (ت)

لاجرم بدلائلِ قاطعہ ثابت ہُوا کہ قائلینِ جوازِ شرعی لیتے اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں، اب تم نے خلف کے وُہ معنی لئے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعاً لازم کہ تمھارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذبِ الٰہی نہ صرف عقلاً بلکہ شرعاً بھی جائز ہو جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہٗ شفا شریف میں فرماتے ہیں :

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و

جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور

---

[1] روح البیان الجزء السادس والعشرون سورۃ ق مایبدل القول کے تحت المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۹/۱۲۵
[2] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۳۵
[3] " " " " " ۲/۲۳۸

نبوۃ بنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ ام لم یدعھا فھو کافر باجماع[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وُہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاجماع کافر ہے (ت)

سبحان اللہ! حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہُوا، جناب باری عزوجل کا جوازِ کذب ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر و مرتد نہ ہوگا، اب تو جانا کہ تم نے اپنی جہالت و وقاحت سے کفر و اسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذ اللہ ائمہ دین میں نزاع ٹھہرادی، سبحان اللہ! یہ فہم فقاہت یہ دین و دیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت ع

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

(آدم ختم ہوگئے اللہ تعالٰی کے ملک پر گدھے نے قبضہ کرلیا۔ت)

ذرا یہ مقام یاد رکھئے کہ آپ کو خاتمہ میں اس سے کام پڑتا ہے، واللہ المستعان علی ما تصفون، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حجت عاشرہ ظاہرہ باہرہ زاہرہ قاہرہ امرؤادھی من قرینتھا الاولٰی،

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) ہنوز بس نہیں اگرچہ علماء مسئلہ خلف میں بلفظ جواز تعبیر کررہے ہیں، مگر عقل صافی و نظر وافی نصیب ہو تو کھل جائے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز کہتے ہیں اس معنی پر نہ صرف جائز بلکہ بالیقین واقع مانتے ہیں تو تمہارے زعم خبیث پر قطعاً لازم کہ ائمہ دین کذب الٰہی کو یقیناً واقع و موجود بالفعل جانتے ہیں، اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہوگا، دلائل لیجئے:

اولاً ہم ثابت کر آئے کہ خلف وعفوان کے نزدیک متساوی ہیں، اور ایک مساوی کا وقوع وقوعِ مساوی دیگر کو قطعاً مستلزم خواہ تساوی فی التحقق ہو یا فی الصدق کہ اول کا تو عین منطوق تلازم فی الوجود اور ثانی اس سے بھی زیادہ ادخل فی المقصود، فان الانفکاک فی الوجود انفکاک فی الصدق مع شیئ زائد (کیونکہ وجود میں انفکاک، صدق میں انفکاک ہی ہے بلکہ شئی زائد کے ساتھ ہے۔ت) لیکن عفو بالیقین واقع ابھی شرح مقاصد

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۶۹

سے گزرا "جوزہ الاصحاب بل اثبتوہ"[1] (اصحاب اسے جائز بلکہ اسے ثابت کرتے ہیں۔ت) تو ثابت ہوا کہ وہ علماء جسے خلف وعید کہتے ہیں یقیناً واقع، اب تم خلف کو اس معنی ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذاللہ کذب الٰہی کے بالیقین واقع وموجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ت):

فانھا لا تعمی الابصار	بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے
ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2]	ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی (اللہ سبحانہ وتعالٰی کی پناہ۔ت)

ثانیاً تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیہ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک[3] (شرک سے نیچے معاف فرمادے گا۔ت) آن کا استدلال دلیل قاطع کہ خلف عفو سے خاص یا مباین نہیں لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا بہرحال وقوع مغفرت وقوع خلف اور تمہارے طور پر وقوع خلف وقوع کذب کو مستلزم ہو کر کذب الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا اور کیا گمراہوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

ثالثاً مختصر العقاید کی عبارت گزری کچھ دیر نہ ہوئی جس میں خلف وعد کو محال لکھ کر وعید مسلمین کے بارے میں دیکھ لیجئے کیا لفظ لکھا "یجوز ان یترک الوعید" (وعید کا ترک کرنا جائز ہے۔ت) نہ کہا بلکہ صاف صاف "یترک الوعید"[4] (وعید کو ترک کردیا۔ت) مرقوم کیا، پھر ثبوتِ مدعا میں کیا کلام رہا۔

رابعاً ان دلائل قاطعہ عقلیہ کے بعد تمہاری سمجھ کے لائق قاطع نزاع وواقع شغب یہ ہے کہ امام محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی حلیہ میں جو اسی ردالمحتار کی جس سے آپ ناقل (اس مقام میں) ماخذ ہے صاف بتادیا کہ خلف وعید صرف عفو سے عبارت ہے، اب آپ ہی بولئے آپ کے مذہب میں عفو بالیقین واقع ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہی خلف ہے اور تم خلف کو اصل کذب سمجھے تو اپنے خدا کو یقیناً کاذب کہہ چکے یا نہیں، حلیہ کی عبارت یہ ہے:

الدعاء المذکور یستلزم انہ یجوز الخلف فی الوعید وظاھر المواقف والمقاصد	دعائے مذکور اس بات کو مستلزم ہے کہ خلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد کے ظاہر سے ہی

---

[1] شرح المقاصد — المبحث الثانی عشر — دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۳۵
[2] القرآن الکریم ۲۲/۴۶
[3] " ۴/۱۱۶
[4] مختصر العقائد

ان الاشاعرۃ قائلۃ بہ لانہ لایعد نقصا بل جود اوکرما ولہذا امدح بہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث قال ؎

نبئت ان رسول اللہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللہ مامول[2]

معلوم ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے قائل ہیں کیونکہ اسے نقص نہیں بلکہ جُود و کرم شمار کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہوئے کہا ؎ مجھے بتایا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وعید سنا رکھی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عفو کی ہی امید ہے۔ (ت)

دیکھو صراحۃً مدح بالعفو کو مدح بخلف وعید قرار دیا، اسی طرح ختم بحث میں قول ابن نباتہ مصری ؎

الحمد للہ الذی اذا وعد وفا واذا اوعد عفا۔[1]

تمام حمد اللہ کی جو وعدہ کرکے وفا فرماتا ہے اور جب وعید سناتا ہے تو معاف فرمادیتا ہے (ت)

کو اسی باب سے ٹھہرایا اب بھی وضوحِ حق میں کچھ باقی رہا، یہ دوسرا مقام یاد رکھنے کا ہے کہ تم نے صراحۃً وقوع و وجود کذب الٰہی کو ائمہ اہلسنت کا مذہب جانا اور ایسے کفر شنیع وارتداد فظیع کو اہل حق کا ایک اختلافی مسئلہ مانا

کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار، ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ الواحد القہار۔

یوں ہی اللہ تعالٰی ہر متکبر اور جابر دل پر مُہر ثبت فرماتا ہے ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ الواحد القہار (ت)

بالجملہ بحمد اللہ بحجج قاہرہ وبینات باہرہ شمس واَمس سے زیادہ روشن و ابین ہوگیا کہ علماء جس معنی پر خلف جائز مانتے ہیں، حاش للہ! اسے امکانِ کذب سے اصلاً علاقہ نہیں ان کے نزدیک خلف بمعنی عدم ایقاع وعید بوجہ تجاوز وکرم ہے کہ عین عفو یا عفو کا مساوی وملازم، اور یہ معنی نہ صرف جائز بلکہ باجماع اہلسنت بلاشبہ واقع رہا، خلف بمعنی تبدیل قول وتکذیب خبر جس کے جواز پر امکانِ کذب متفرع ہوسکے، ہرگز ان علماء کی مراد نہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل بلکہ وہ بالاتفاق یک زبان ویک دل اس سے تبری وتحاشی کامل کرتے اور کذب الٰہی کے استحالۂ قطعی وامتناع عقلی پر اجماعِ تام رکھتے ہیں، اوّل سے آخر تک ان کے تمام کلمات ومحاورات وجوہِ مناظرہ وطرقِ رَدّ واثبات ہزار در ہزار طور سے اس امر پر شاہد عدل وناطق فصل وقد ظہر علٰی کل

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " " " " "

ذی عقل (اور یہ ہر عقلمند پر ظاہر ہے۔ت) اور امام ابن امیر الحاج نے تو بحمد اللہ یہ امر باتم وجوہ منجلی کردیا کہ خود جواز خلف کو راجح مان کر اس معنی ناپاک تراشیدہ مدعی بیباک کی وہ بیخ کنی فرمائی جس کی عزب سے شرق تک خبر آئی، یونہی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں باآنکہ کلام امام ابو عمرو ابن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی، جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرات نے تفریع کی ٹھہرائی اس پر وہ شدید و عظیم نکیر فرمائی کہ کج فہمی جاہل پر قیامت ڈھائی، اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الخبر اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ تعالٰی وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالٰی منزہ عن الکذب ومعلوم ان فتح ھذا الباب یقضی الی الطعن فی القراٰن وکل الشریعۃ اھ ملخصا۔

یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذب الٰہی کو جائز ماننا ہوگا، اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر ہوجائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی نہ صرف اہل اسلام بلکہ سمجھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزہ ہے، اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائیگا اھ ملخصا

بس خدا کی شان ہی شان نظر آتی ہے کہ واضح روشن ایمانی اجماعی مسائل میں مدعیان علم و دیانت و رشد و مشیخت اغوائے عوام و تلبیس مرام کو یوں دیدہ و دانستہ کور مغزی بن جاتے اور خوف خالق و شرم خلائق سب کو یک دست سلام کرکے ائمہ دین پر یوں کھلے بہتان جیتے طوفان اٹھاتے ہیں ؎

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا　　خیرہ ام در چشم بندے خدا

(آنکھیں کھولو، کان کھولو، اے بندۂ خدا! اس سے آنکھیں خیرہ ہیں۔ت)

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ　　وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

(اگر تم نہیں جانتے تو یہ مصیبت و پریشانی ہے اور اگر جانتے ہو تو اس سے بڑھ کر آزمائش ہے۔)

بس زیادہ کہوں سوا اس کے کہ اللہ ہدایت دے، آمین!

تنبیہ نبیہ: الحمدللہ تحقیق ذروۂ علیا کو پہنچی اور عیاروں طراروں کی افترابندی اپنی سزا کو اب صرف یہ امر قابل تنقیح رہا کہ جب خلف بمعنی تبدیل کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم اور بمعنی مساوی عفو بالاجماع جائز بلکہ واقع تو علمائے مجوزین و محققین مانعین میں نزاع کس امر پر ہے، اقول وباللہ التوفیق وبہ العروج علی

۱؎ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)

اوج التحقیق علی الخبیر سقطت (میں کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے، اور اس توفیق سے باخبر کو تحقیق کی بلندیوں پر عروج حاصل ہوتا ہے۔ ت) ہاں منشاءِ نزاع اس اطلاق خلف کی تجویز ہے مجوزین نے خیال کیا کہ خلف وعید معاذاللہ کسی عیب و منقصت کا نشان نہیں دیتا بلکہ عفو و کرم پر دلیل ہوتا اور محل مدح و ستائش میں بولا جاتا ہے ولہٰذا جابجا عرفِ عرب سے اس پر استناد کرتے ہیں، قائلھم (ان میں سے کسی کا قول ہے۔ ت) ؎

وانی وان اوعدتہ او وعدتہ — لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

(اگر میں نے اسے وعید سنائی یا اس سے وعدہ کیا تو اپنے وعید کا خلاف اور وعدہ کو پورا کرنے والا ہوں۔ ت)

وقال اٰخر (اور دوسرے نے کہا۔ ت): ؎

اذا وعد السراء انجز وعدہ — وان اوعد الضراء فالعفو مانعہ

(جب خوشحال لوگوں سے وعدہ کیا تو وعدہ پورا کر دیا اور جب فقراء کو وعید سنائی تو عفو اس کے مانع ہو گیا۔ ت)

بنا برآں خلف وعید کی تجویز کی، محققین نے دیکھا کہ لفظ معنی محال یعنی تبدیل مقال کا موہم اور یہاں ایہام محال بھی منع میں کافی، کما نصوا علیہ فی مسئلۃ معقد العز (جیسا کہ انہوں نے مسئلہ معقد العز میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور اس کے ساتھ وقوع تمدح صرف مخلوق میں ہے خالق عزوجل کا ان پر قیاس صحیح نہیں لاجرم اس تجویز سے تحاشی کی۔

خلاصہ یہ کہ آیاتِ وعید میں بنظرِ ظاہر عموم عدم وقوع ایک صورت خلف میں ہے اگرچہ بنظرِ تخصیص و تقیید حقیقت خلف سے قطعاً منزہ، مجوزین اسی خلف صوری کو خلف وعید سے تعبیر کرتے اور اسے جائز رکھتے ہیں کہ مفید مدح ہے اور محققین منع فرماتے ہیں کہ موہم نقص و قدح ہے ورنہ اگر خیال معنی کیجئے تو بلا شبہہ وہ جس امر کو خلف کہتے ہیں قطعی بالاجماع جائز و واقع، ولہٰذا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں مسئلہ خلف کو اہلسنت کا اتفاقی قرار دیا اور اس میں خلاف صرف معتزلہ کی نسبت کیا،

حیث قال الوعید لایجوز تخلفہ عند المعتزلۃ لقولھم بانہ یجب علی اللہ تعالٰی تعذیب العاصی[1]

جہاں کہا کہ وعید کا تخلف معتزلہ کے ہاں جائز نہیں کیونکہ ان کا یہ مذہب ہے کہ عاصی کو عذاب دینا اللہ تعالٰی پر لازم ہے۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر الخ دارالفکر بیروت ۴/ ۵۳۱

پُر ظاہر کہ اس نسبت کا منشا وہی نظر معنی ہے کہ معنی مقصود مجوزین کے جواز میں واقعی اشقیائے معتزلہ ہی کو خلاف ہے اہلسنت میں کوئی اس کا منکر نہیں، جس طرح معنی کذب و تبدیل کے بطلان و امتناع پر اہلسنت بلکہ اہل ملل بلکہ اہل عقل کا اجماع ہے جس میں کسی فرقہ کا خلاف معلوم و ظاہر نہیں۔ یہ ہے بحمد اللہ محلِ نزاع کی تحریر انیق و تقریر رشیق، والحمد للہ ولی التوفیق علی الھام التحقیق وارشاد الطریق (حمد ہے اللہ تعالٰی کے لئے جو عطائے تحقیق اور رہنمائے طریق کی توفیق کا مالک ہے۔ ت)، امام محقق مدقق علامہ حلبی نے اسی حلیہ میں جوازِ خلف مان کر معنی کذب و تبدیل سے وہ تحاشی عظیم فرمائی جس کی نقل حجت سابعہ میں گزری پھر تصریح مراد کی یوں ارشاد کی:

المراد بالوعید صورۃ العموم بالوعید من اس یدبالخطاب[1] مسئلہ جوازِ خلف میں وعید سے صورت عموم مراد ہے کہ بظاہر حکم سب مخاطبوں کو شامل نظر آتا ہے۔

یعنی تنہا الفاظِ وعید پر نظر کیجئے تو صاف یہی حکم معلوم ہوتا ہے کہ جو ایسا کریں گے سب سزا پائیں گے پھر جبکہ بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ بعض کو نہ ہوگی تو بظاہر وعید متخلف ہوئی حالانکہ وہ عموم صرف صوری تھا، نہ حقیقی کہ حقیقت میں عمومات وعید آیاتِ مشیت سے مکتسب تقیید، جن کا حاصل یہ کہ ہم معاف نہ فرمائیں تو سزا ہوگی بس اس قدر محصل خلف ہے، جسے معاذ اللہ کذب و تبدیل سے کچھ علاقہ نہیں، پھر اس مراد و مقصود کی تحقیق فرما کر ارشاد کرتے ہیں:

ثم حیث کان المراد ھذا فالوجہ ترك اطلاق جواز الخلف فی الوعد والوعید دفعا لایھام ان یکون المراد منہ ھذا المحال[2] یعنی جب معلوم ہوگیا کہ جواز خلف سے صرف اس قدر مراد ہے، نہ وہ کہ معاذ اللہ امکانِ کذب کو راہ دے کہ کذب و تبدیل تو یقیناً اللہ تعالٰی پر مستحیل، تو مناسب یہی ہے کہ وعدہ یا وعید کسی میں جواز خلف کا لفظ نہ بولیں کہ اس سے کسی کو اس معنی محال کا وہم نہ گزرے۔

واقعی امام ممدوح کا گمان بجا تھا، آخر دیکھئے نا کہ اس چودھویں صدی میں جہال سفہاء کو وہ وہم آڑے ہی آیا، والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی۔ پھر فرماتے ہیں:

وانما وافقنا ھم علی الاطلاق لشھرۃ المسئلۃ بینھم بھذہ الترجمۃ و ہم نے جو اس لفظ کے اطلاق میں علمائے سابقین کا ساتھ دیا اس پر باعث یہ تھا کہ مسئلہ ان میں اسی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ″ ″ ″

نستغفر اللّٰہ العظیم من کل مالیس فیہ رضاہ[1]۔ (ہم اللہ عزوجل سے مغفرت چاہتے ہیں ہر اس بات کی جو اسے پسندیدہ نہیں۔)

...نام سے شہرت رکھتا ہے اور

سفیہ جاہل دیکھے کہ اس کے امکانِ کذب کے شوشے کدھر گئے،

قل جاء الحق وزھق الباطل ط ان الباطل کان زھوقا[2]۔ فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بتوفیق المولٰی سبحانہ وتعالٰی اس مقام کی زیادہ تحقیق حواشی شرح عقائد و شرح مواقف پر ذکر کی اگر مخافت تطویل نہ ہوتی تو ان نفائس جلیلہ کو زیورگوش سامعین کرتا، وفیما ذکرنا کفایۃ و الحمد للّٰہ ولی الھدایۃ (جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہی کافی ہے، حمد ہے اللہ تعالٰی کی جو ہدایت کا مالک ہے۔ ت)

غرض اس مقدار سے زائد کسی امر کو محلِ نزاع ٹھہرانا خود ان کے مقتضائے کلام و مقال و تمسک و استدلال سے جُدا پڑنا اور توجیہ القول بمالا یرضٰی بہ قائلہ کرنا اور ان کے اجماعیات قاطعہ سے منکر ہونا اور ان مہالک شنیعہ و نتائج فظیعہ کا ان کے ذمے باندھنا ہے جن سے وہ ہزار جگہ بتصریح صریح تبری کرتے ہیں، اور واقعی بحمد اللہ بارہا دیکھا ہے کہ ائمہ اہلِ سنت میں جو مسئلہ اصول مختلف فیہ رہا ہے، اگرچہ بعض ناظرین ظواہر الفاظ سے دھوکا کھائیں مگر عند التحقیق اس کا حاصل نزاع لفظی یا ایسی ہی کسی ہلکی بات کی طرف راجع ہوا ہے، پھر ایک فریق کے دوسرے پر الزامات حقیقۃً اپنے معنی مراد پر الزام ہیں جس سے دوسرے کا ذہن خالی، نہ اس کی مراد سے انھیں تعلق نہ اسے دیکھ کر کوئی عاقل یہ وہم کرسکتا ہے کہ وہ امر جس کا الزام دیا گیا فریقین میں مختلف فیہ ہے بلکہ یہ تو عامہ نزاعات حقیقیہ معنویہ میں بھی نہیں ہوتا چہ جائے صوریہ و لفظیہ میں الزام اسی امر سے دیتے ہیں جس کا بطلان متفق علیہ ہو، مختلف فیہ سے مختلف فیہ پر احتجاج یعنی چہ، خصوصاً جب کہ ایک امر میں اختلاف دوسرے میں متنازع کی فرع ہو کہ اس تقدیر پر فرع سے الزام مصادرہ علی المطلوب ہے، یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل کہ طرف مقابل سخت ابلہ و جاہل، خیر بات دور پہنچی، نظائر لیجئے، مثلاً ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق، امام عارف باللہ حارث محاسبی و جعفر بن حرب و عبداللہ بن کلاب و امام المتکلمین عبدالعزیز مکی و ائمہ سمرقند اول کے قائل اور اسی طرف امام ہمام ابوالحسن اشعری قدس سرہٗ مائل، بلکہ اسی پر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص شریف دلیل کامل، اور امام علماء السنہ احمد بن حنبل وغیرہ جماعت محدثین سے قول ثانی منقول اور یہی ائمہ بخارا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

"ومن وافقھم" کے نزدیک مختار و منصور و معتمد و مقبول، اس پر ائمہ سمرقند و بخارا میں نزاع کو جو طول ہوا مخفی نہیں انھوں نے ان پر مخلوقیتِ قرآن کا الزام رکھا انھوں نے ان پر نا مخلوقیت افعال عباد کا طعن کیا اور حقیقت دیکھئے تو بات کچھ بھی نہیں' اپنی اپنی مراد پر دونوں سچ فرماتے ہیں، ایمان مخلوق بیشک مخلوق کہ مخلوق وصفاتِ مخلوق سب مخلوق اور ایمان کہ صفتِ خالق عزوجل ہے جس پر اسمائے حسنیٰ سے پاک مؤمن دلیل یعنی اس ملک جلیل جل جلالہ کا ازل میں اپنے کلام کی تصدیق فرمانا وہ قطعاً غیر مخلوق کہ خالق و صفاتِ خالق مخلوقیت سے منزّہ،

هکذا قررہ الفاضل العلامة کمال الدین بن ابی شریف القدسی فی المسامرة شرح المسایرة۔

اسی طرح اس کی تفصیل فاضل علامہ کمال الدین بن ابی شریف القدسی نے المسامرۃ شرح المسایرہ میں کی ہے (ت)

اب کیا کوئی احمق جاہل اس نزاع کو دیکھ کر یہ گمان کرے گا کہ بعض صفات خالق کا مخلوق یا بعض افعال مخلوق کا نا مخلوق ہونا ائمہ اہل سنت میں مختلف فیہ ہے، حاشا و کلا یوں ہی مسئلہ زیادت و نقصان ایمان کہ قدیم سے مختلف فیہا ہے امام رازی وغیرہ بہت محققین اسے بھی نزاعِ لفظی پر اتارتے ہیں، منح الروض میں ہے:

ذهب الامام الرازی وکثیر من المتکلمین الی ان هذا الخلاف لفظی راجع الی تفسیر الایمان[1]

امام رازی اور بہت سے متکلمین اس طرف گئے ہیں یہ اختلاف لفظی ہے جو ایمان کی تفسیر کی طرف لوٹتا ہے (ت)

پھر کہا:

هذا هو التحقیق الذی یجب ان یعول علیه[2]

یہ وہ تحقیق ہے جس پر اعتماد لازم ہے (ت)

اسی طرح اور مسائل پائیے گا، اگر اس پر حمل کیجئے جب تو امر نہایت اسہل مجوزین بمعنی مساوی عفو لیتے ہیں اور مانعین بمعنی تبدیل قول دونوں سچ کہتے ہیں اور دونوں اجماعی باتیں ہیں مگر فقیر نے بحمد اللہ جو تنقیح مناط کردی اس پر نزاع بھی معنوی رہی اور قول مانعین کا محقق و راجح ہونا بھی کھل گیا اور جہالت جاہلین کا علاج بھی بحمد اللہ بروجہ کافی ہولیا،

ذٰلك من فضل الله علینا وعلی الناس

یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ومنہا ان الایمان لایزید و ینقص مصطفی البابی مصر ص ۱۳۵

[2] " " " " " " " " " " "

ولکن اکثر الناس لایشکرون ○ اللھم لک الشکر الابدی والمن السرمدی ، والحمد للہ رب العلمین

شکر نہیں بجالاتے ، اے اللہ! شکر ابدی اور احسان دائمی تیرے لئے ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں (ت)

تسجیل جلیل و تکمیل جمیل : اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں ۔ ت) مدعی جدید بیچارے کی حالت نہایت قابلِ رحم غریب نے امام الطائفہ کی بات بنانے کو عقل و دیانت کو پان رخصت دیا ۔ اپنے رب کو جیسے بنے لائقِ کذب کردینے کا ذمّہ لیا ، ائمہ اُمت و ساداتِ ملت پر کھلی آنکھوں جیتا بہتان کیا ، غرض لاکھ جتن کر چھوڑے مگر کال نہ کٹا یعنی امام کی پیشانی سے داغِ ضلالت مٹنا تھا نہ مٹا ، آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر چھڑی تھی ، ذکر یہ تھا کہ حضور پُر نور سیّد المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ اللہ تعالٰی حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے ، اور ختمِ نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل مستلزم کذبِ الٰہی اور کذبِ الٰہی محالِ عقلی ؎

منزہ عن شریک فی محاسنه　　　　فجوھر الحسن فیه غیر منقسم

(اپنے محاسن میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی شریک سے بالا ہیں تو آپ کا جوہرِ حسن تقسیم نہیں کیا گیا ۔ ت)

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال نہیں ، ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہوجائے اور اس پر جو ہذیانات بکے ان کی خدمت گزاری تو آپ سُن ہی چکے اب یہ حضرت اس کی حمایت میں خلفِ وعید کا مسئلہ پیش کرتے ہیں یعنی ان کے امام نے نئی نہ کہی بلکہ اس کا قول ایک گروہ ائمہ کے موافق ہے ، اے سبحان اللہ ! ؎

امام چنیں مقتدے چناں　　　　جہاں چوں نہ بیند بدے چناں

(ایسے امام اور ایسے مقتدی ، جہاں نے ایسے بد نہ دیکھے ہوں گے ۔ ت)

اے حضرت ! سب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے ۔ ت) بھی معاذ اللہ کوئی وعید ہے جس کے امکان کذب کو جوازِ خلف پر متفرع کیجئے گا ، یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بشارتِ عظیمہ کہ تمہیں اس فضلِ جلیل سے مشرف کیا گیا تمہاری شریعتِ مطہرہ کو شرفِ افضلیت بخشا تم ناسخِ ادیان ہوئے تمہارے دینِ متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند و برتر رہے تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا ، اس میں خلف تو

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ / ۴۰

ہر طرح بالاجماع محال ہے پھر تمہارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالف اجماع مسلمین واحداث بدعت ضالہ فی الدین کا داغ کیونکر مٹا، ہاں یہ کہ اس کی اور ساتھ لگے تمہاری عقل و دیانت کا کام تمام ہُوا، اسے کام نکلنا سمجھ لیجئے چاہے کام ہو جانا قسمت کا بدا کہ دین و دیانت سے یوں کُٹی چھٹی اور امام بیچارے کی بات بھی نہ بنی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم   حبک الشیئ یعمی ویصم

(تجھے شیئ کی محبت اندھا اور بہرہ کر دے گی۔ ت)

؎ ذلیل و خوار و خراب و خستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے
بہک گئے دینِ حق کا رستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے

صدق القائل (کہنے والے نے سچ کہا۔ ت) ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب قوم کا رہنما کوا ہو تو اس کو ہلاکت والے راستہ ہی کی رہنمائی کرے گا۔ ت)

الحمدللہ! یہ بظاہر دس[10] حجج باہرہ اور حقیقۃً اکیس دلائل قاہرہ ہیں کہ حجت رابعہ میں وجہ[11] ۲ و وجہ[12] ۳، حجت سادسہ میں ثانیاً[13]، حجت تاسعہ و عاشرہ دونوں میں ثانیاً ثالثاً رابعاً، بالجملہ کے بعد عبارت[20] امام رازی تنبیہ نبیہ میں کلام امام حلبی[21]، یہ گیارہ مستقل حجتیں تھیں، انھیں مدعی جدید پر اکیس کوڑے سمجھئے تو بائیسواں[22] تازیانہ تسجیل جلیل کا ہُوا، اُوپر کے تنّو ملا کر ایک سو بائیس[122] کوڑے، انھیں جمع رکھئے اور آگے چلئے کہ سائل کے بقیہ سوال کو اظہار جواب و تحقیق صواب کا انتظار کرتے دیر گزری، اب وقت وہ آیا کہ ادھر عطف عنان کروں اور بیان حکم قائل کے لئے میدان بدیع تحقیق رفیع میں قدم دھروں،

واللہ الھادی وولی الایادی والصلوٰۃ علی حبیبہ سراج النادی۔   رہنمائی فرمانے والا اللہ ہے اور وہی مدد کا مالک ہے اس کے محبوب پر صلوٰۃ وسلام ہو جو مجلسِ کائنات کے چراغ ہیں۔ (ت)

خاتمہ تحقیق حکمِ قائل میں

اقول وباللہ التوفیق اللھم اغفروقنا الضلال والکفر (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہُوں اے اللہ! ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں گمراہی اور کُفر سے محفوظ فرما۔ ت) جانِ برادر! یہ پُوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پُوچھ کہ امام و ماموم پر ایک جماعت ائمہ کے نزدیک

کتنی وجہ سے کفر آتا ہے، حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہلِ لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلی (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ ت) مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہوں کہ بلاریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہِ علماء کے مذہب میں بوجوہ کثیرہ کفر لازم، والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم (دائمی فضل والے اللہ کی پناہ۔ ت) میرا مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ ان عزیزوں کو خوابِ غفلت سے جگاؤں اور ان کے اقوالِ باطلہ کی شناعتِ باطلہ انھیں جتاؤں کہ او بے پروا بکریو! کس نیند سو رہی ہو، گلا دُور پہنچا، سُورج ڈھلنے پر آیا، گرگ خونخوار بظاہر دوست بن کر تمھارے کان پر تھپک رہا ہے کہ ذرا جھپٹا اور اپنا کام کرے چوپایوں میں تمھاری بیجا ہٹ کے باعث اختلاف پڑچکا ہے بہت حکم لگا چکے کہ یہ بکریاں ہمارے گلّے سے خارج ہیں بھیڑیا کھائے شیر لے جائے ہمیں کچھ کام نہیں اور جنھیں ابھی تک تم پر ترس باقی ہے وہ بھی تمھاری ناشائستہ حرکتوں سے ناراض ہوکر اپنے خاص گلّے میں تمھارا آنا نہیں چاہتے ہیہات ہیہات اس بیہوشی کی نیند اندھیری رات میں جسے چوپان سمجھ رہے ہو واللہ وُہ چوپان نہیں خود بھیڑیا ہے کہ ذیاب فی ثیاب کے کپڑے پہن کر تمھیں دھوکا دیتا ہے، پہلے [عہ۱] وُہ بھی تمھاری طرح اس گلّے کی بکری تھا، حقیقی بھیڑیے [عہ۲] نے جب سے اسے شکار کیا اپنے مطلب کا دیکھ کر دھوکے کی ٹٹی بنالیا اب وُہ بھی اِکے دُکّے کی خیر مناتا اور بھولی بھیڑوں کو لگا کرلے جاتا ہے، للہ اپنی حالت پر رحم کرو، اور جہاں تک دم رکھتے ہو ان گرگ ونائبِ گرگ سے بھاگو جیسے بنے اس مبارک گلّے میں جس پر خدا کا ہاتھ ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ت) اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں آکر ملو کہ امن چین کا رستہ چلو اور مرغزارِ جنت میں بے خوف چرو، اے رب میرے ہدایت فرما، آمین!

عہ۱ یعنی امام الوہابیہ ۱۲

عہ۲ یعنی شیطان ۱۲

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید العالمین محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے،

ادامه الله لنا حتی نلقاه به یوم القیام وندخل به بفضل رحمته دار السلام آمین!

اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں دوام عطا فرمائے حتی کہ ہماری روزِ قیامت آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہو اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دار السلام میں آپ کے ساتھ داخلہ عطا فرمائے۔ (ت)

اور معاذ اللہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنیٰ شک لانا کفر،

اعاذنا الله منه بحفظه العظیم ورحم عجزنا وضعفنا بلطفه الفخیم، انه هو الغفور الرحیم آمین، آمین اله الحق آمین!

اپنے حفظِ عظیم سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ عطا فرمائے اور ہمارے عجز اور کمزوری پر لطفِ عظیم سے رحم فرمائے، وہی غفور رحیم ہے، آمین، آمین اے معبودِ برحق آمین! (ت)

پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے: لزومی و التزامی۔ التزامی یہ کہ ضروریاتِ دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوٰی کرے۔ کفر التزامی کے یہ معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جہّال سمجھتے ہیں، یہ اقرار تو بہت طوائف کفّار میں بھی نہ پایا جائے گا ہم نے دیکھا ہے بہتیرے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں، بلکہ اس کے یہ معنیٰ کہ جو انکار اس سے صادر ہُوا یا جس بات کا اس نے دعوٰی کیا وُہ بعینہٖ کفر و مخالف ضروریاتِ دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک و جن و شیطان و آسمان و نار و جنان و معجزاتِ انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہلِ اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توہمات عاطلہ کو لے مرنا نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچائیں گے، نہ محبتِ اسلام و ہمدردیِ قوام کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے، قاتلهم الله انی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت)۔ اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآلِ سخن و لازم حکم کو ترتیب مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافتِ حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیقِ اکبر و امیر المومنین حضرت جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا کہ تفضیل

---

[1] القرآن الکریم ۹/۳۰ و ۶۳/۴

جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی طرف مؤدی' اور وہ قطعاً کفر، مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہلبیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولاہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافتِ صدیقی و فاروقی پر ان کے توافقِ باطنی سے انکار رکھتے ہیں اس قسم کے کفر میں علمائے اہلسنت مختلف ہوگئے جنھوں نے مآلِ مقال و لازمِ سخن کی طرف نظر کی حکمِ کفر فرمایا، اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت و بدمذہبی و ضلالت و گمراہی ہے' والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)، امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

من قال بالمال یؤدی الیہ قولہ ویسوقہ الیہ مذھبہ، کفرہ، فکانھم صرحوا عندہ بما ادی الیہ قولھم، ومن لم یراخذھم بمال قولھم ولا الزمھم موجب مذھبھم لم یراکفارھم قال لانھم اذا وقفوا علی ھذا، قالوا لانقول بالمال الذی الزمتموہ لنا، ونعتقد نحن وانتم انہ کفر، بل نقول ان قولنا لایؤل الیہ علی ما اصلنا، فعلی ھٰذین الماخذین اختلف الناس فی اکفار اھل التاویل، والصواب ترک اکفارھم[1] اھ ملخصًا۔

جس نے اس مآل کی طرف دیکھا جس کی طرف اس کا قول مؤدی تھا، جس کی طرف اس کا مذہب چلا جاتا ہے تو اس نے اس کی تکفیر کی، گویا اس نے ان کے مؤدی قول کو کہا ہے' اور جنھوں نے ان کے مآل کو نہ دیکھا اور نہ ان کے تقاضا مذہب کا لزوم دیکھا انھوں نے تکفیر نہیں کی اس لئے کہ جب وہ اس سے آگاہ ہوگئے تو انھوں نے کہا ہم اس مآل کا قول نہیں کرتے جو تم نے ہم پر لازم کردیا ہے اور ہم اور تم دونوں اسے کفر تصور کرتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اصل کے مطابق ہمارے قول کا وہ مآل ہی نہیں، ان دونوں ماخذوں کی وجہ سے اہل تاویل کے کفر میں لوگوں کا اختلاف ہوا اور درست رائے یہی ہے کہ ان کے کفر کا قول نہ کیا جائے اھ ملخصًا (ت)

جب یہ امر ممہد ہولیا تو اب ان امام و ماموم کے کفریات لزومیہ گنئے، امام کے کفروں کا تو شمار ہی نہیں اس نے تو صرف انھیں چند سطروں میں جو تنزیہ سوم میں اس سے منقول ہوئیں کفری لزومی کی سات اصلیں تیار کیں جن میں ہر اصل صدہا کفر کی طرف منجر اور اس کا مذہب مان کر ہرگز ہرگز ان سے نجات نہ مفر، والعیاذ باللہ العلی الاکبر۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ بیروت ۲/ ۲۶۸

اصل اوّل، جو کچھ انسان کر سکے خدا اپنی ذاتِ کریم کے لئے کر سکتا ہے ورنہ قدرتِ انسانی بڑھ جائیگی (دیکھو ہذیانِ اول) اس اصل کے کفروں کی گنتی نہیں مگر میں اسی قدر شمار کروں جو اوپر گن آیا ہوں یقیناً قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے مذہب پر (۱) اس کا معبود کھانا کھا سکتا ہے (۲) پانی پی سکتا ہے (۳) پاخانہ پھر سکتا ہے (۴) پیشاب کر سکتا ہے (۵) اپنا سمع روک سکتا ہے (۶) بصر روک سکتا ہے (۷) دریا میں ڈوب سکتا ہے (۸) آگ میں جل سکتا ہے (۹) خاک پر لیٹ سکتا ہے (۱۰) کانٹوں پر لوٹ سکتا ہے (۱۱) وہابی ہو سکتا ہے (۱۲) رافضی بن سکتا ہے (۱۳) اپنا نکاح کر سکتا ہے (۱۴) جماع کر سکتا ہے (۱۵) عورت کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے (۱۶) اپنا بچہ جنا سکتا ہے (۱۷) نیز اس اصل پر لازم کہ خدا خدا نہیں (۱۸) ہزاروں کروڑوں خدا ممکن ہیں (۱۹) آیۂ کریمہ واللہ خلقکم وما تعملون[1] (اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے اعمال کو۔ ت) حق نہیں ان سب امور کا ثبوت ہذیان مذکور کے ردوں میں ہدیۂ ناظرین ہوا۔

اصل دوم، خدا کے لئے عیوب و نقائص محال نہیں بلکہ مصلحت کے لئے ان سے قصداً بچتا ہے (ہذیان دوم) اس اصل کے کفر اصل اول سے صدہا درجے فزوں جس سے لازم کہ اس بیباک کے مذہب ناپاک پر (۲۰) اہلِ اسلام کے عامۂ عقائدِ تنزیہ و تقدیس کہ ان کے نزدیک ضروریاتِ دین سے ہیں سب باطل و بے دلیل (۲۱) اس نامسعود کا وہمی معبود عاجز (۲۲) جاہل (۲۳) احمق (۲۴) کاہل (۲۵) اندھا (۲۶) بہرا (۲۷) ہکلا (۲۸) گونگا، سب کچھ ہو سکتا ہے (۲۹) کھانا کھائے (۳۰) پانی پئے (۳۱) پاخانہ پھرے (۳۲) پیشاب کرے (۳۳) بیمار پڑے (۳۴) بچہ جنے (۳۵) اونگھے (۳۶) سوئے (۳۷) مرجائے (۳۸) مر کر پھر پیدا ہو، سب کچھ روا ہے (۳۹) اللہ کے علم (۴۰) قدرت (۴۱) سمع (۴۲) بصر (۴۳) کلام (۴۴) مشیت وغیرہا صفات کمال کے (ازلی) ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۴۵ تا ۵۰) ان کے ابدی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۵۱) اس کی الوہیت قابلِ زوال، ان سب لزوموں کا بیان تازیانۂ اول میں گزرا بلکہ (۵۲) خود اس اصل کا ماننا درحقیقت بالفعل اللہ عزوجل کو ناقص جاننا ہے (دیکھو تازیانہ ۲) اور بیشک جو اللہ عزوجل کی طرف نقص کی نسبت کرے قطعاً کافر اعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

من نفی او اثبت ماھو صریح فی النقص کفر[2] الخ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص

28
28

اصل سوم، جن باتوں کی نفی سے خدا کی مدح کی گئی وُہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں (ہذیان ۲) اس کے کفر بھی بکثرت ہیں قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے طور پر (۵۳) اس کے معبود کی جورو ہو سکتی ہے (۵۴) بیٹا ہو سکتا ہے (۵۵) بھُول سکتا ہے (۵۶) بہک سکتا ہے (۵۷) بعض اشیاء اس کی ملک سے خارج ہیں الیٰ غیر ذٰلك من الکفریات (اس کے علاوہ دیگر کفریات - ت) (دیکھو ت ۵ تا ۸)

اصل چہارم، صدق الٰہی اختیاری ہے (ظ) اس سے لازم کہ سفیہ کے مذہب پر (۵۸) قرآن مجید مخلوق ہے جس کے کفر پر ۳۲ فتوے گزرے (۵۹) اس کا معبود ازل میں کاذب تھا (۶۰) اب بھی کاذب ہے (۶۱) کبھی صادق نہیں ہو سکتا (۶۲) قرآن مجید کا جملہ جملہ غلط ہے (۶۳) اللہ مخلوق ہے (۶۴) بلکہ محال ہے الیٰ غیر ذٰلک وہ کفریات کثیرہ کہ مواضع متعددہ میں جن کا الزام گزرا۔

اصل پنجم، علمِ الٰہی اختیاری ہے (تنبیہ بعدت ۳) اس پر لازم کہ جاہل کے نزدیک (۶۵) علمِ الٰہی مخلوق و حادث ہے جس کے کفر پر فتویٰ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گزرا (۶۶) اللہ تعالٰی ازل میں جاہل تھا (۶۷) جب چاہے جاہل بن جائے (۶۸) اللہ حادث ہے (۶۹) قابلِ فنا ہے الیٰ غیر ذالک۔

اصل ششم، کذبِ الٰہی ممکن ہے اور ثابت کر آئے کہ اس کا کلام نہ صرف امکان عقلی بلکہ امکان وقوعی بلکہ عدم استبعاد عادی میں نص صریح ہے اور (۷۰) یہ خود کفر ہے، پھر اس تقدیر پر قطعاً یقیناً (۷۱) شریعت سے یکسر امان مرتفع (۷۲) خدا کی خبر سے یقین مندفع (۷۳) اسلام پر وُہ مطاعن جن سے جواب ناممکن۔

اصل ہفتم، (۷۴) اللہ تعالٰی بندوں سے چرا چھپا کر، بہلا بھلا کر آیات قرآنیہ جھوٹی کر دے تو کچھ حرج نہیں (ت ۳۱) بیہات یہ تو اس نے صاف صریح کہا تھا میں متحیر ہوں اسے لزوم میں داخل کروں یا التزام میں، پھر اس پر (۷۵) حشر نشر، حساب کتاب، جنت، نار، عذاب، ثواب کسی چیز پر ایمان نہ رہا کہ ہر چیز میں صاف صریح احتمال نقص باقی تو یقین کیسا تو ایمان کہاں، والعیاذ باللہ رب العٰلمین، ہماری تقریرات سابقہ و تقریرات لاحقہ دیکھنے والا اس امام نجدیہ کے کفریات لزومیہ کو صدہا تک پہنچا سکتا ہے، بلکہ جس قدر اوپر مذکور ہُوئے وہ بھی یہاں پُورے نہ گنے گئے پھر بھی معاذ اللہ چھہتّر کفر کیا کم ہیں، پھر یہ تو صرف ایک ہی قول پر ہیں باقی کفریات، تفویت الایمان و صراط نامستقیم کی گنتی ہی کیا ہے، پھر وُہ اقبالی کفر علاوہ رہے جو ایمان تفویۃ الایمان پر صراط نامستقیم میں اجلے کھلے پھر رہے ہیں، غرض حضرت کے کفریات لزومیہ و اقبالیہ کی تفصیل کرتے فی کفر ایک نقطہ ان کی قبر پر دیتے جائیے تو غالباً دم بھر میں ساری قبر کا مُنہ کالا ہو جائے، یہ اس کی سزا ہے کہ کفر و شرک دھڑی دھڑی کر کے بیچا محض بلا وجہ سچّے مسلمانوں کو کافر مشرک کہا یہاں تک کہ ان کے طور پر صحابہ و تابعین سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب تک کوئی کفر و شرک سے نہ بچا گویا حضرت کے نزدیک کفر امورِ عامہ

سے تھا، پھر یہ خود اس سے بچ کر کہاں جاتے کہ کروکہ نیافت کما تدین تدان[1] (جو کیا تھا نہ پایا، جو کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ت) ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را ۔۔۔ چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

(تم نے دیکھا نہیں کہ پروانہ کا خونِ ناحق شمع کو اس طرح امان نہیں دیتا کہ رات کو سحری کردے۔ت)

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون[2] اللھم احفظ لنا الایمان واعصمنا من شر الشیطان بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ شرف وکرم اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

اسی طرح عذاب ہے، اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے، کاش یہ اسے جانیں، اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، شرِ شیطان سے ہمیں محفوظ فرما بوسیلہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جو انس وجن کے سردار ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر شرف وکرم ہو آمین والحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

ان امام صاحب پر چالیس بلکہ سوتازیانے اور گزرے تھے پھر یہ ہوئے کہ ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک تم پچھتر وجہ سے کافر ہو، امام الطائفہ پر ایک ہی قول میں پونے دو سو کوڑے یاد رکھئے، اب مقتدی صاحبوں کی طرف چلئے ان میں دیوبندی[عہ] تقلید نے تو دیوبندگی یعنی اس عوام مغوی امام کی پیروی سے قدم آگے نہ بڑھایا

عہ تنبیہ ضروری: واقف منصبِ افتاء جانتا ہے کہ مفتی سے جس کلام باطل وضلال کی نسبت سوال سائل ہو اس پر اس کلام کی شناعتوں کا اظہار، قباحتوں کا ایضاح واجب اگرچہ قائل محض عامی وجاہل ہو کہ اتمامِ جواب و احکامِ صواب اسی پر موقوف، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قائل مخاطبہ ٹھہرا، پس اگر حضرت دیوبندی مثل مدعیان جدید کوئی اکابر ومتبوعین طائفہ سے ہیں جب تو اس ردِ بلیغ کا ہدیہ مبارک یا اگر مثل صاحب نسبت براہینِ قاطعہ نقاب عارض امامت کا منہ ہیں تو خطاب متعدد اور مخاطب واحد ورنہ کلامِ فقیر بضرورت افتا محض جانب کلام من حیث ہو کلام معطوف اور خصوص متکلم سے نظر مصروف ۱۲ منہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

یعنی کوئی ایسی نئی بات پیش نہ کی جس پر الزام کفر سے جدید حصہ پاتا صرف انھیں احکام امام کا ترکہ پایا اور اس کی باقی خرافات بشدت اہمال قابل التفات اہل علم نہیں تاہم معرض بیان میں سکوت نامحمود لہذا بطور اجمال تعرض مقصود ،

قولہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے، **اقول** یہ زبانی اظہار محض بے بنیاد و ناپائیدار کہ جب کذب ممکن بلکہ جائز و وقوعی ہوا جیسا کہ تمھارے امام کا مشرب، تو ہرگز اس اعتقاد کی طرف کوئی راہ نہیں بلکہ صراحۃً ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون[1] (یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ت) میں داخل ہونا ہے، وہ تقریریں کہ فقیر نے دلیل دوم تنزیہ دوم میں حاضر کیں یہاں بنہایت وضوح و انجلا جاری جنھیں بحمد اللہ اس اظہار باطل کی ذلت و خواری کی پوری ذمہ داری سچا ہے تو کذب الٰہی جائز رکھ کر اپنے اعتقاد پر دلیل تو قائم کرے اور جب نہ قائم کر سکے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ زبانی استمالت بھی صرف خاطر داری عوام کے لئے تھی آخر اس کا امام صراحۃً لکھ ہی چکا کہ چرا چھپا کر خدا جھوٹ بول لے تو کچھ حرج نہیں ،

اللھم انی اعوذبک من اضلال الشیاطین، والعیاذ باللہ رب العلمین۔

اے اللہ! میں شیطان کی گمراہی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اللہ رب العالمین کی پناہ ہے (ت)

قولہ مگر بول سکتا ہے، **اقول** انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفٰی بہ اثما مبینا[2] (دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔ ت)

قولہ بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے، **اقول** قطع نظر اس سے کہ مومن مطیع کی تعذیب ہمارے ائمہ کرام ماتریدیہ اعلام قدست اسرارہم کے نزدیک محال عقلی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے :

امتناع تعذیب الطائع مذھبنا معشر الماتریدیۃ فانہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ وتعالٰی عقلاً[3] اھ ملخصاً۔

مومن مطیع کے عذاب کا ممتنع ہونا ہم ماتریدیہ کا مذہب ہے کیونکہ یہ نقص ہے جو اللہ تعالٰی پر محال عقلی ہے، اھ، ملخصاً۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] ؍؍ ۴/ ۵۰

[3] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الباب الاول فی الحاکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۶

اور امام نسفی وغیرہ[1] بعض علماء نے عفو کافر کو بھی عقلاً ناممکن جانا، امام ابن الہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں:

صاحب العمدۃ اختار ان العفو عن الکفر لایجوز عقلاً[1]

صاحب عمدہ کا مختار یہ ہے کہ کفر سے عفو عقلاً جائز نہیں۔ (ت)

اس قائل سے پوچھئے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جنھوں نے کبھی اطاعت کے سوا کچھ گناہ نہ کیا معاذ اللہ دوزخ میں جانا اور کافروں مشرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی بھی مانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے ایمان کی فکر کرے اور علماء سے اپنا حکم پوچھ دیکھئے اور اگر ہاں تو ممتنع بالغیر ہوا اور ممتنع بالغیر وہی جس کا وقوع ماننا کسی ممتنع بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن سے استحالہ ممکن محض نامکن، اب وہ غیر کیا ہے، یہی لزوم کذب باری عزوجل، تو آپ ہی کی دلیل[2] سے ثابت ہوا کہ کذب باری محال ذاتی ہے، اے ذی ہوش!

علہ طرفہ یہ کہ وہ ردالمحتار جس سے مدعیانِ جدید اس مسئلہ میں جہلاً متمسک اس میں بھی یہی قول اختیار کیا اور اسی کو صحیح و معتمد قرار دیا،

حیث قال لکنه مبنی علی جواز العفو عن الشرك عقلا وعليه يبتنى القول بجواز الخلف فی الوعيد، وقد علمت ان الصحيح خلافه فالدعاء به كفر لعدم جوازه عقلاً و شرعاً[2]

انھوں نے کہا یہ اس پر مبنی ہے کہ شرک کا عفو عقلاً جائز ہے اور خلف وعید کا قول بھی اسی پر مبنی ہے اور آپ جان چکے صحیح قول اس کے خلاف ہے لہذا اس کا دعوٰی کفر ہے کیونکہ اس کا جواز نہ عقلاً ہے نہ شرعاً۔ (ت)

اور اسی طرف اس کے ماخذ حلیہ کا کلام ناظر،

كما لايخفى على من طالعه بامعان النظر والله الموفق ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه۔

جیسا کہ مخفی نہیں ہر اس شخص پر جس نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

علہ فان قلت لم لایجوز ان یکون ھذا ایضاً

اگر یہ اعتراض کریں یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ یہ بھی محال لغیرہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] المسایرہ مع المسامرۃ الرکن الرابع فی السمعیات المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۲۵۵

[2] ردالمحتار مطلب فی خلف الوعید الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

ورودِ نص کے سبب خلافِ منصوص کو محال شرعی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع محال عقلی یعنی کذبِ الٰہی کو مستلزم، شرح عقائد میں ہے:

لو وقع لزم کذب کلام اللّٰہ تعالٰی وھو محال[1]

اگر وقوع ہوجائے تو اللہ تعالٰی کے کلام کا کذب لازم آتا ہے جو محال ہے (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال اللّٰہ تعالٰی: لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا، وعن ھذا النص ذھب المحققون ممن جوّزہ عقلا من الاشاعرۃ الٰی امتناعہ سمعًا وان جاز عقلا ای والا لزم وقوع خلاف خبرہ سبحانہ[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، اسی نص کی بنا پر ان اشاعرہ میں سے محققین اس طرف گئے ہیں جو اسے عقلاً جائز سمجھتے تھے کہ شرعًا محال ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے یعنی ورنہ اللہ تعالٰی کی خبر کے خلاف وقوع لازم آئے گا۔ (ت)

سبحان اللہ! یہ تو عقل وفہم اور الٰہیات میں بحث کا دم، قولہ تو کسی کا اجارہ نہیں اقول یوں تو تم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

محالا لغیرہ وذٰلك الغیر المستحیل بالذات شیئا اٰخر قلت لولا یجوز ان یکون ھذا ھو ذٰلك الغیر المحال بالذات ولاجلہ صار ملزومہ محالا بالغیر فان تشبثت باحتمال تشبثنا باٰخر وکنا مصیبین وکنت من الخاطئین لانك مستدل بھذا الدلیل علی امکان الکذب اما مدعیا واما غاصبًا فکیف یکفیك عسٰی ولعل ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

ہو اور یہ غیر جو محال بالذات ہو دوسری شَے ہے میں کہوں گا یہ کیوں جائز نہیں کہ یہ غیر محال بالذات یہی ہو اور اس کی وجہ سے اس کا ملزوم محال بالغیر ہو اور اگر تم کسی اور احتمال سے استدلال کرو تو ہم مصیب اور تم خاطی ٹھہرو گے کیونکہ تم نے اس دلیل سے امکان کذب پر استدلال کیا تو تم یا تو مدعی ہو یا غاصب اب تمہارے لئے شاید یہ ہو امید ہے کہ ہو، کیسے کام آسکتا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۷۱

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر معنی قربا لباری من مخلوقاتہ وبعدہ عنہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۷

اپنے امام کی طرف سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اگر باری تعالیٰ اپنے آپ کو ناقص وملوث وعیبی بنالے تو کسی کا اجارہ نہیں، اپنی ذات یا قدرت یا علم یا الوہیت کو فنا کردے تو کسی کا اجارہ نہیں، ظاہر ہے کہ ان محالات کے فرض پر بھی اس پر کسی کا اجارہ ثابت نہ ہوگا کہ بے علاقہ ملازمت معقول نہیں پھر اسی نفی اجارہ سے ثبوتِ امکان کیونکر ہو، اور اگر یہ مقصود کہ ایسا کرے تو کچھ حرج نہیں، اور بیشک عرف میں یہ کلام اسی معنی کو مفید ہوتا ہے تو محض غلط و باطل، اور اجماعِ اُمت و نصوصِ قاطعہ کے خلاف بیشک کتنا بڑا حرج ہے کہ سارے جہان کا سچا مالک معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرے جس کے استحالہ پر نصوص بے شمار سُننے آئے اور حلیہ کا کلام تازہ گزرا اور شرح عقائد و شرح فقہ اکبر کی آوازیں تو ابھی تمہارے کان میں گونجتی ہوں گی مگر ہاں تمہارے نزدیک اللہ عزوجل کے جھوٹے ہونے میں کیا حرج ہوتا تھا، امام تو صاف کہہ چکا کہ اس پاک بے عیب میں دنیا بھر کے عیب آسکتے ہیں پھر انھیں برعلم اللہ ایمان وحیا بخشے۔ قولہ یہی امکانِ کذب ہے، اقول[ع] محض تمہارا کذب ہے ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم، اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے، اس کا امکان ذاتی اس محال بالذات کے امکانِ ذاتی کو مستلزم ہونا محال بالذات اور لِم یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ کہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ کہ بالغیر، یُوں تو لازم کہ باری تعالیٰ و تقدس واجب الوجود نہ رہے یا تمام موجودات واجب بالذات ہوجائیں، وجہِ ملازمت سُنئے زید آج موجود ہوا اس کا اس وقت وجود علم الٰہی سبحانہ وتعالیٰ میں تھا یا نہیں، اگر نہیں تو علم محیط باری جل وعلا منتفی ہوا اور انتفائے علم کہ مقتضائے ذات ہے انتفائے مقتضی کو مقتضی تو باری عزوجل معاذ اللہ معدوم ہُوا اور اگر تھا تو اُس وقت اس کا عدم بھی ممکن ذاتی تھا یا نہیں، اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہُوا اور وہاں تو اس کا اُس وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے، عدم علم اور عدم عالم کو مستلزم تو تمہارے طور پر عدم ذات ممکن تو باری جل جلالہ واجب الوجود نہ ہوا، اب تو آپ کو اپنی جہالت پر یقین آیا، واقعی تم بیچارے معذور ہو کہ حقائقِ علوم و دقائق فہوم میں بیچاری گنگوہی تعلیم کا حصہ رکھا ہی نہ گیا، ذرا کلماتِ علماء پر

ع: اقول ایضاً بلکہ او جاہل! اگر یہ تیری دلیل جہالت تام ہو تو باری عزوجل کا معاذ اللہ جہل بھی ممکن ٹھہرے کہ اس نے بہشتیوں کے بہشت، دوزخیوں کے دوزخ جانے کی صرف ہم کو خبر ہی نہ دی بلکہ اس کے علم میں بھی ایسا ہی ہے بااینہمہ وہ خلاف پر قادر، اس تقدیر پر اس کا علم غلط پڑے گا اور یہی امکان جہل ہے تعالیٰ عن ذٰلک علواً کبیرا (اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بلند ہے۔ ت) ہاں اے جاہل! اب تو یا تو امکانِ جہل بھی مان یا امکانِ کذب پر ان جھوٹے شوشوں سے درگزر، اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین! ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

نظر کیجئے تو آپ کو اپنی دانشمندی پر یقین کامل آئے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں :

ان اللہ تعالیٰ لما اوجد العالم بقدرتہٖ اختیارہ فعدمہ ممکن فی نفسہ مع انہ یلزم من فرض وقوعہ تخلف المعلول عن علتہ التامۃ وھو محال والحاصل ان الممکن لایلزم من فرض وقوعہ محال بالنظر الیٰ ذاتہ واما بالنظر الیٰ امر زائد علیٰ نفسہ فلا نسلم انہ لایستلزم المحال[1]

اللہ تعالیٰ نے جہان کو اپنی قدرت واختیار سے تخلیق فرمایا اس کا فی ذاتہ عدم ممکن ہے باوجودیکہ اس کے وقوع کے فرض سے معلول کا اپنی علت تامہ سے تخلف لازم آتا ہے اور یہ محال ہے، حاصل یہ ہے کہ ممکن وُہ ہوتا ہے فی ذاتہ جس کے وقوع کے فرض کرنے سے محال لازم نہ آئے لیکن کسی امر زائد کی بنسبت ہم نہیں مانتے کہ محال کو مستلزم نہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرماتے ہیں :

ان قیل ما علم اللہ او اخبر بعدم بوقوعہ یلزم من فرض وقوعہ محال ھو جھلہ اوکذبہ تعالیٰ عن ذٰلک وکل مایلزم من فرض وقوعہ محال فھو محال ضرورۃ امتناع وجود الملزوم بدون اللازم، فجوابہ منع الکبریٰ وانما یصدق لوکان لزوم المحال لذاتہ امالوکان لعارض کالعلم والخبر فیما نحن فیہ فلا لجواز ان یکون ھو ممکناً فی نفسہ ومنشاء لزوم المحال ھو ذٰلک العارض[2]

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے عدم وقوع کو جانا یا اس کی خبر دی ہو تو اس کے وقوع کے فرض سے محال لازم آئے گا وہ جہالت یا اس کا کذب ہے تو جب اس فرض وقوع سے محال لازم آئے گا تو یہ بہرحال محال ہوگا کیونکہ لازم کے بغیر ملزوم کا وجود ممتنع ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبریٰ نہیں مانتے، یہ تب سچا ہے کہ اگر لزوم محال لذاتہ ہو اور اگر کسی عارضہ کی وجہ سے ہو مثلاً وُہ زیر بحث علم یا خبر ہو تو اس میں محال نہیں کیونکہ یہ فی نفسہٖ ہوسکتا ہے ممکن ہے اور لزوم محال کی علت وہ عارض بن رہا ہو۔ (ت)

غرض استحالہ ناشیہ عن نفس الذات وعن خارج میں فرق نہ کرکے بعض نے استلزام عارضی میں بھی استحالہ لازم بالذات سے استحالہ ملزوم بالذات کا حکم کیا جس کا محققین نے یوں حل کردیا مگر ایسی جگہ امکان ملزوم سے

---

[1] شرح العقائد النسفیہ   دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان   ص ۷۱ و ۷۲

[2] شرح المقاصد   المبحث الرابع لاقبیح من اللہ تعالےٰ   دارالمعارف النعمانیہ لاہور   ۲/۱۵۵

امکان لازم مستحیل بالذات کا حکم آپ ہی کی عقل شریف کا حصۂ خاصہ تھا کہ اس کے رَد میں علماء کا وہ حل کافی و وافی ہوا، سبحان اللہ! میں اپنے علماء سے کیوں استناد کروں، آپ اپنے ہی امام کا قول نہ سُنئے، اسی مبحث کذب والی یکروزی میں کیا کہتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ وقوع مذکور بالفعل (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) مستلزم کذب ست پس آن مسلم ست وکسے دعوی وقوع مذکور بالفعل نکردہ اگر مقصود اش این ست کہ امکان وقوع مذکور مستلزم کذب نصی ست از نصوص قرآنیہ پس آن نص را تلاوت باید کرد تا واضح گردد کہ کدام نص بر نفی امکان وجود مذکور دلالت میکند و اگر مقصود این ست کہ امکان وجود مذکور مستلزم امکان کذب ست پس ملازمت ممنوع ست زیرا کہ عدم وجود مذکور معلول صدق نص ست پس تحقق عدم مذکور البتہ مستلزم تحقق امکان صدق نص مذکور ست و زوال عدم مذکور بالفعل مستلزم کذب ست و اما امکان زوال عدم مذکور پس مستلزم امکان زوال صدق نیست یعنی امکان وجود مثل مذکور مستلزم امکان کذب نیست چہ امکان زوال معلول مستلزم امکان زوال علت نیست والالازم آید کہ امکان زوال عقل اول مستلزم امکان زوال واجب باشد پس امکان زوال عقل اول ممتنع باشد پس عقل اول واجب لذاتہ باشد، حاصلش آنکہ ملازم درمیان علت و معلول در فعلیت وجود و عدم ست نہ در امکان ذاتی والالازم آید کہ واجب لذاتہ ممکن لذاتہ گردد، چہ معلولات او

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور بالفعل ہے (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) تو یہ کذب کو مستلزم ہے پس یہ تسلیم شدہ ہے اور کسی نے وقوع مذکورہ بالفعل کا دعوی نہیں کیا، اور اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور کا امکان قرآنی نص کے کذب کو مستلزم ہے تو اس نص کی تلاوت کی جائے تاکہ واضح ہوجائے کہ کون سی نص وجود مذکور کے نفی امکان پر دلالت کررہی ہے، اور اگر مقصود یہ ہے کہ وجود مذکور کا امکان امکانِ کذب کو مستلزم ہے تو یہ لزوم ممنوع ہے کیونکہ وجود مذکور کا عدم صدق نص کا معلول ہے تو عدم مذکور کا تحقق یقیناً صدق نص مذکور کے امکان کے تحقق کو مستلزم ہے، عدم مذکور کا بالفعل زوال، کذب کو مستلزم ہے لیکن زوال عدم مذکور کا امکان، زوال صدق کے امکان کو مستلزم نہیں یعنی امکان وجود مذکور، امکان کذب کو مستلزم نہیں کیونکہ زوال معلول کا امکان، امکان زوال علت کو مستلزم نہیں ورنہ لازم آئے گا زوال عقل اول کا امکان، زوال واجب کے امکان کو مستلزم ہو تو زوال عقل اول کا امکان ممتنع ہو تو عقل اول واجب لذاتہ ہوگی، اس کا حاصل یہ ہے کہ علت و معلول کے درمیان تلازم فعلیت وجود و عدم میں ہے نہ کہ امکان ذاتی میں، ورنہ لازم آئے گا کہ واجب لذاتہ، ممکن

ہمہ ممکنات اند[1] اھ ملخصاً۔

لذاتہ ہوجائے کیونکہ اس کے تمام معلولات ممکن ہیں اھ ملخصاً (ت)

اگر اس کی یہ تقریر پریشان طویل الذیل جس میں اس نے خواہی نخواہی ذراسی بات کو بیگھوں میں پھیلایا ہے تمہاری مقدس سمجھ میں نہ آئے تو اسی کا دوسرا بیان مختصر سنو، اسی یکروزی میں لکھتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ از وقوع ممکن ہیچگونہ محال ناشی نمی گردد لا بالنظر الی ذاتہ ولا بالنظر الی الامور الخارجیۃ پس ایں مقدمہ ممنوع ست چہ بریں تقدیر لازم می آید کہ وجود ہر معدوم وعدم ہر موجود محال باشد زیرا کہ مستلزم محال ست یعنی کذب علم ازلی[2]

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع ممکن سے کوئی محال لازم نہیں آتا، نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ امور خارجی کے اعتبار سے، تو یہ مقدمہ ممنوع ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر معدوم کا وجود اور ہر موجود کا عدم محال ہو کیونکہ یہ محال کو مستلزم ہے یعنی علم ازلی میں کذب۔ (ت)

دیکھو باوجود امکان ملزوم لازم کو محال مانتا ہے، پھر تمہاری جہالت کہ تعذیب مطیع وعفو کافر کے امکان سے امکانِ کذب پر استدلال کرتے ہو، غرض حق یہ ہے کہ یہ نفیس استدلال کسی ایسے ہی مقدس آدمی کا کام ہے جسے دیو جہالت کی بند وقید میں کبھی علم وفہم کی ہوا نہ لگی ہو، واللہ الہادی، خیر یہ تو وہ تھے جنھوں نے تقلید امام سے تجاوز نہ کیا تھا، رہے امام عنید کے مرید رشید، انھوں نے بیشک ہمت فرما کر وہ طرفہ ابکار افکار ہدیۂ انظار فحول نظار کیں یعنی یہی جواز خلف کی تقریر نازنین جس کے باعث اُن پر لزوم کفر کی تین وجہیں اور بڑھیں:

اوّلاً وہ وجہ ہائل کہ تمام مقلدینِ امام طائفہ کو عموماً شامل یعنی یہ اس کے قول مذکور وجمیع اقوال کفریہ میں مقلد اور بیشک جو کفریات میں تقلید کرے قطعاً لزومِ کفر سے حصہ پائے۔

ثانیاً ان حضرت نے جواز خلف بمعنی کذب ائمہ دین کی طرف نسبت کیا اور ہم بدلائل قاطعہ مبرہن کر آئے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز فرماتے ہیں اسے قطعاً جائز وقوعی بلکہ واقع ٹھہراتے ہیں، تو ان حضرت نے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا کاذب بالفعل ہونا کہ قطعاً اجماعاً کفر خالص ہے، ایک جماعت ائمہ دین کا مذہب جانا اور اسے اس قدر ہلکا سمجھا کہ ائمہ اہل سنت کا اختلافی مسئلہ مانا اور اس پر طعن کو بیجا بتایا اور اس سے تعجب کار جہلا ٹھہرایا اور بیشک جو شخص کسی عقیدۂ کفر کو ایسا سمجھے خود کافر ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام

---

[1] رسالہ یک روزی (فارسی) مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵ و ۱۶

[2] " " " " " ص ۱۶

سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول؛

اوصدق کلام اھل الاھواء اوقال عندی کلامھم کلام معنوی اومعناہ صحیح الخ۔

یا وُہ تصدیق کرے کلامِ اہلِ بدعت کی، یا کہے میرے ہاں ان کا کلام با مقصد ہے، یا کہے اس کا معنی درست ہے الخ (ت)

فقیر نے اس مسئلہ کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں ذکر کی واللہ الموفق۔

ثالثاً الحمدللہ کہ علمائے اہلسنت ان نئے جہلا کی جہالت فاحشہ سے پاک نرالے اور ان کے بہتانی خیالوں، شیطانی ضلالوں پر سب سے پہلے تبرا کرنے والے مگر ان کی قوتِ واہمہ نے جو انھیں امام الطائفہ کے ترکہ میں ملی، ائمہ متقدمین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذب الٰہی کے جواز و قوعی بلکہ وقوع بالفعل کے قائل ہوئے تو وہ تراشیدہ علماساختہ ائمہ (جن کا ان جہال کے وہم وخیال کے سوا کہیں وجود نہیں) قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے۔ اب انھوں نے ان وہمی موجودوں یقینی مرتدوں کو کافر نہ جانا بلکہ مشائخ دین و علمائے معتمدین مانا تو خود ان پر کفر وارتداد لازم آنے میں کیا کلام رہا کہ جو کسی منکر ضروریاتِ دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہٗ شفا شریف میں فرماتے ہیں؛

الاجماع علی کفرمن لم یکفر احدا من النصاری والیھود وکل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیرھم اوشک، قال القاضی

یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصارٰی یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونیوالے کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی

ع حمل العلامۃ ابن حجر اھل الاھواء علی الذین نکفرھم ببدعتھم قلت وھو کما افاد ولا یستقیم التخریج علی قول من اطلق الاکفار بکل بدعۃ فان الکلام فی الکفر المتفق علیہ فلیتنبہ ۱۲۔

علامہ ابن حجر اہل ہوا سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جنھیں ان کی بدعت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے، میں کہتا ہوں بات وہی ہے جو انھوں نے کہی اسے یہ حوالہ اس قول پر صحیح نہیں جو مطلقاً ہر بدعت کو کفر کہتے ہیں کیونکہ گفتگو اس کفر میں ہو رہی ہے جس پر اتفاق ہو اسے یاد رکھ ۱۲ (ت)

لے اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل کفر متفق علیہ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۱

ابوبکر لان التوقیف والاجماع اتفقا علٰی کفرھم فمن وقف فی ذٰلک فقد کذب النص والتوقیف اوشك فيه، والتکذیب والشك فيه لایقع الامن کافر[1]

ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ اجماعِ امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص وشریعت کی تکذیب کرتا یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی میں ہے:

یکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة الاسلام او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم وان اظھر الاسلام واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھار ما اظھر من خلاف ذٰلک[2] اھ ملخصًا۔

یعنی کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کرچکا اھ ملخصًا۔

آپ کو یاد ہو کہ ان مدعیان جدید نا مہتدی ورشید پر ایک سو بائیس کوڑے اوپر جوڑے اور ان کے امام کا وبال انھیں کب چھوڑے کہ یہ آخر اسی کے مقلد اور اس کے اقوال کے پورے معتقد، معہذا جب ضرب الغلام اھانة المولٰی (غلام کی ضرب مولٰی کی اہانت ہے۔ ت) تو ضرب المولٰی اھانة الغلام (مولٰی کی ضرب غلام کی اہانت۔ ت) بدرجۂ اولٰی بہرحال یہ ۷۵ پچھتر کوڑے جو امام الطائفہ پر تازے پڑے، ان کے حصے میں بھی یقینًا جڑے، کُل ایک سو ستانوے ۱۹۷ ہوئے اور تین خاص ان کے دم پر سوار تو اس مختصر رسالے موجز عجالے میں مدعیان جدید پر پُورے دو۲ سو کوڑوں کی کامل بوچھار،

کذٰلك العذاب ولعذاب الاٰخرة اکبر لو کانوا یعلمون[3]

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)

میں نے جس طرح اس رسالہ کا تاریخی نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا یونہی

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین المطبعة الشرکة الصحافیہ ۲/ ۲۹۷

[2] " " " " فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر " " ۲/ ۲۷۱

[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

ان تازیانوں کا عدد درخواست کرتا ہے کہ اس کا تاریخی لقب "دوصد تازیانہ برفرق جہول زمانہ" رکھوں، بالجملہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ایک مذہب علمائے دین پر یہ امام و مقتدی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صدہا کفر سراپا کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں وفی ذٰلک اقول (اس میں میں نے کہا۔ت) ؎

فکفر فوق کفر فوق کفر کان الکفر من کثر و فر

کماء اٰسن فی نتن دفر تتابع قطرۃ من تعب کفر[1]

(کفر ہر کفر سے بڑھ کر کفر، ہر کثیر سے بڑھ کر کثیر، جیسا کہ کھڑا پانی بدبودار پانی ملنے سے خوب بدبودار ہوجاتا ہے۔ت)

معاذاللہ! اس قدران کے خسارو بوار کو کیا کم ہے اگرچہ ائمہ محققین وعلمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے،

وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ و فیہ السداد۔

جواب یہی ہے، اس کے ساتھ فتوٰی دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، یہی مذہب اور اسی پر اعتماد ہے، اسی میں سلامتی اور یہی درست ہے۔(ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی اعلام میں فرماتے ہیں،

انہ یصیر مرتدا علٰی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا[2]۔

وہ ایک جماعت علماء کے قول پر مرتد ہوگیا اور اس قدر خسران وزیاں میں بس ہیں۔

والعیاذ باللہ خیر الحافظین (اور بہتر حفاظت کرنے والے کی پناہ۔ت)

پھر جب کہ ائمہ دین ان کے کفر میں مختلف ہوگئے تو راہ یہ ہے کہ اگر اپنا بھلا چاہیں جلد از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنے مذہب نامہذب کی تکذیب صریح اور اس کے رد و تقبیح کی صاف تصریح کریں ورنہ بطور عادت کلمہ شہادت کافی نہیں کہ یہ تو وہ اب بھی پڑھتے ہیں اور اسے اپنے مذہب کا رد نہیں سمجھتے۔ بحرالرائق میں بزازیہ وجامع الفصولین سے ہے،

لواتی بالشھادتین علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یرجع عما قال[3]۔

اگر معمول کے مطابق وہ کلمہ شہادت پڑھے تو اسکو وہ نافع نہیں جب تک وہ اپنے قول سے رجوع نہ کرے۔(ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائلین بامکان کذبہ اللہ الخ رضا دارالاشاعۃ لاہور ص۱۹۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۶۲

[3] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۸

اور جس طرح اس مذہب خبیث کا اعلان کیا ہے ویسے ہی توبہ و رجوع کا صاف اعلان کریں کہ توبہ نہاں کی نہاں ہے اور عیاں کی عیاں۔ حضور پرنور سیدیوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئة فاحدث عندھا توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية[1] رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن علی اصولنا عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جب تُو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور ظاہر کی ظاہر۔ (اسے امام احمد نے کتاب الزہد میں، طبرانی نے المعجم الکبیر میں سند صحیح سے ہمارے اصولوں کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس سب کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں کہ کفر خلافی کا حکم یہی ہے، علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ پھر علامہ علائی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح[2]

جو بالاتفاق کفر ہو اس سے اعمال، نکاح باطل ہوجاتے ہیں تمام اولاد، اولادِ زنا قرار پاجاتی ہے اور جس میں اختلاف ہو وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کروایا جائے گا۔ (ت)

پس اگر مولٰی سبحانہ وتعالٰی ہدایت فرمائے اور اس کے کرم سے کچھ دُور نہیں، یعنی یہ حضرات اپنے مذہب مردود سے باز آئیں اور علانیہ رب العالمین کی طرف توبہ لائیں فاخوانکم فی الدین[3] تمہارے دینی بھائی ہیں، ورنہ اہل سنت پر لازم کہ ان سے الگ ہوجائیں، ان کی صحبت کو آگ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو اعادہ کرلیں کہ نماز اعظم عباداتِ ربِ بے نیاز ہے اور تقدیم وامامت ایک اعلٰی اعزاز، اور فاسق مجاہر واجب التوہین، نہ کہ بدعتی گمراہ فاسق فی الدین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے ان مسائل کی قدرے تحقیق وتفصیل اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم وکذا

یعنی فاسق و بدمذہب کی امامت مکروہ تحریمی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۵۹
الزہد الکبیر حدیث ۹۵۴ دار القلم کویت ص ۳۶۴
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی ۱/ ۳۵۹
[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵

البتدع[1] اھ ملخصاً۔ قریب بحرام ہے اھ ملخصاً

جس کے سبب نماز کا پھیرنا واجب، یہ ہے حکم، وللہ الحکم والیه ترجعون ۝ والحمد للہ رب العلمین[2]
(اور اللہ ہی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

التماس ہدایت اساس: میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسبِ معمول سخن پروری وبحکم دستور تعصّب خودسری اگر بعض سلیم خاطرین شرمائیں گی، قبول وانصاف کو کام فرمائیں گی تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمائتیں ہمت پر آئیں گی وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم الکفیل (ہمارے لئے اللہ کافی اور وہ سب سے بڑا کارساز، سب سے بہتر آقا اور سب سے بہتر کفالت فرمانے والا ہے۔ ت) یہ سب کچھ قبول، کھسیانا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر انما اعظکم بواحدۃ[3] (میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ ت) حقِ اسلام یاد دلا کر اتنا مامول کہ چند ساعت کے لئے تعصب ونفسانیت کو راہ بتائیں، مثنٰی وفرادٰی، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں اگر کلام خصم حق و صواب ہو تو للہ! حق سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سنایا کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا سیذکر من یخشٰی ۝ ویتجنبها الاشقی[3] (عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ ت) اے میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفس امارہ رہزن عبادہ اور اور شیطان لعین اس کا معین، ولہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار، مگر واللہ! واذا قیل له اتق اللہ اخذته العزۃ بالاثم[4] (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ ت) کی آفت سخت شدید، الیس منکم رجل رشید[5] (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ ت) خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکانِ کذب کی تہمت دھرتے ہو، کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو، العظمۃ للہ! ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب نقصان سے پاک نرالا، ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو، واے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳-۱۴

[2] القرآن الکریم ۴۳/۳۶ [3] القرآن الکریم ۸۷/۱۰ و ۱۱

[4] 〃 〃 ۲/۲۰۶

[5] 〃 〃 ۱۱/۷۸

بے انصافی! تمھیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو اور ملک جبار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو، یہ کون سی دیانت ہے، کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے، اے طائفہ حائفہ اے قوم مفتون! مانو تو ایک تدبیر تمھیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو، ان دو سو دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کرکے انصاف سے پرکھو، فرض کردم کہ دوسو میں استحالہ کذب الٰہی پر صرف ایک دلیل اور تمھارے خیال اور تمھارے امام کے ہذیانی اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قال وقیل باقی رہ گیا، باقی سب تم نے جواب دے لیا، تو جانِ برادر! احقاقِ حق کو ایک دلیل کافی، ابطالِ باطل کو ایک اعتراض وافی، نہ کہ دلائل باہرہ اعتراضات قاہرہ صد ہا سنو اور ایک گنو، دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب، مگر ماننے کی قسم توبہ کی آن بلکہ اُلٹے تائید باطل کی فکر سامان، یہ تو حق پرستی نہ ہُوئی باد بدستی ہُوئی، نشۂ تعصب میں سیاہ مستی ہُوئی، پھر قیامت تو نہ آئے گی حساب تو نہ ہوگا، خدا کے حضور سوال وجواب تو نہ ہوگا، اے رب میرے! ہدایت فرما اور ان جھیلی آنکھوں کو کچھ تو شرما ت

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول　　　اے کہ دُر ساختۂ قطرۂ بارانی را

(اے اللہ! تو میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول دے سکتا ہے جیسا کہ تو بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے۔ت)

اور یہیں سے ظاہر کہ جو صاحب قصد جواب کی ہمت رکھیں ایک ایک دلیل ایک ایک اعتراض کا تفصیلی جواب سمجھ کر لکھیں، یہ نہ ہو کہ ابقائے مشیخت، رفع ندامت، فریب عوام، جواب کے نام کو کہیں، کچھ اعتراض باقی سے اعراض، یہ کلام خصم کا رَد نہ کرے گا، الٹا تمھیں پر صاعقہ بن کر گرے گا کہ جب حجت خصم مٹا نہ سکے مذہب سے اعتراض ہٹا نہ سکے تو ناحق تکلیف خامہ اٹھائی، مصیبت سیاہی نامہ اٹھائی، اپنے ہی عجز کا اظہار کیا، بطلانِ مذہب کا اقرار کیا، للہ کچھ دیر تو حق وانصاف کی قدر سمجھو، زنجیر تعصب کی قید سے سلجھو، خار زارِ تکبر میں اتنا نہ اُلجھو، افسوس کہ حق کا چاند جلوہ نما اور تمھارے نصیب کی وہی کالی گھٹا، ہمارے ہمایوں سایہ فگن اور تمھارا تاج وہی بالِ زغن، اے سچے خدا سچ سے موصوف جھوٹ سے نرالے، سچے رسول پر سچی کتاب اتارنے والے! اپنے سچے حبیب کی سچی وجاہت کا صدقہ اُمتِ مصطفٰے کو سچی ہدایت نصیب فرما،

صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وشرف کرمہ ما نجی الصادق وھلك الکاذب ونھی الصدق عن تعاطی الکواذب قولك الحق و

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما اور آپ کے شرف و بزرگی میں مزید اضافہ فرما جو حبیب ہیں جب تک صادق نجات پاتے رہیں، کاذب ہلاک ہوتے رہیں، جنھوں نے تمام کوازب سے منع فرمایا، تیرا قول حق

وعدك الصدق ولك الحمد واليك المصير انك علی کل شئ قدیر وصلی اللہ تعالٰی علی سیّد الصادقین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین !

تیرا وعدہ سچا، حمد تیرے لئے، تمام کا لوٹنا تیری طرف اور تو ہر شئی پر قادر ہے، اللہ تعالٰی کی رحمت ہو سیدالصادقین حضرت محمد، آپ کی آل اور اصحاب سب پر، آمین آمین الٰہ الحق آمین ! (ت)

الحمدللہ کہ یہ مبارک رسالہ موجزہ عجالہ باوجود کثرت اشغالِ تحریر مسائل وترتیب رسائل تیرہ۱۳ دن کے متفرق جلسوں میں مسودہ اور تئیس۲۳ دن میں صاف وبیضہ ہوکر دوازدہم ماہ مبارک وفاخر شہر ربیع الآخر روز ہمایوں جمعہ ۱۳۰۷ھ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو بہمہ وجوہ بدرسمای تمام وشمع بزم ہدایت انام ہوا۔

للہ الحمد والمنہ کہ آج اس مبارک رسالے سنّت کے قبالے، رنگِ صدق جمانے والے، زنگِ کذب گمانے والے سے علومِ دینیہ میں تصانیفِ فقیر نے سَو۱۰۰ کا عدد کامل پایا،

والحمد للہ وھاب العطایا، ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم ٥ والحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، سبحٰن ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین، تمت وبالخیر عمت بعون من قال وقولہ الحق تمت کلمت ربك صدقا وعدلا ط لامبدل لکلمتہ ج وھو السمیع العلیم ٥ الحمد للہ الذی بنعمہ وجلالہ تتم الصالحات والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد سیّد الکائنات واٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمام حمد اللہ تعالٰی کی ہے جو تمام انعامات کا عطا کرنیوالا ہے، اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بلاشبہ تو سننے والا جاننے والا ہے، تمام حمد اللہ کی جو جہانوں کا پروردگار ہے، صلوٰۃ وسلام نازل ہو تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر آپ کی آل واصحاب تمام پر، سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین۔ رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ وسیع ہوا اس ذات کی مدد سے جس نے فرمایا جبکہ اس کا فرمان برحق ہے "تیرے رب کے کلمات صدق وعدل میں تمام ہیں کوئی ان کو تبدیل کرنے والا نہیں وہی سننے جاننے والا ہے"، تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کی جس کی نعمت وجلال سے خوبیاں تمام ہوتی ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہمارے آقا ومولٰی سید کائنات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان کی آل واصحاب واُمت اور ان کی سب جماعت پر، والحمد للہ رب العالمین (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تحریر جناب مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمۃ من ربنا القدیر بر رسالہ مبارکہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح"

فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں وارد ہُوا اور اس مبارک رسالہ کے دیکھنے کا اتفاق پڑا، چونکہ مدتِ دراز کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے اور ملاقات احباب اور نیز مشورۂ امر دینی کے سبب جو وکلام سے کرنا تھا اس قدر کم فرصتی ہُوئی کہ معمولی وظائف جو کبھی سفر و حضر میں ترک نہیں ہوئے تھے ان چار روز میں وُہ بھی پُورے نہ ہو سکے، اس کشاکش میں اس رسالہ سلالہ کو فقیر بالاستیعاب کیا کچھ حصّہ معتدبہا بھی نہ دیکھ سکا مگر ابتدا اور درمیان اور انتہا سے جو دیکھا تو مسئلہ امکان کذب باری تعالٰی کا رَد پایا اور اس کو آنکھوں سے لگایا الحمدللہ حمداً کثیرا کہ اس کے مؤلف علامہ فہامہ نے جو ایک علم اور فضل کے خاندان سے عمدۃ الخلف وبقیۃ السلف ہیں اس بارے میں بھی اپنے عزیز و اقارب کو جو ہمیشہ کارِ خیر اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہیں صرف فرمایا جزاہ اللہ الشکور عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء واوصلہ الی غایۃ ما یحبہ ویرضی، اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ ومظہر لطفہ واحسانہ سیدنا محمد وعترتہ اجمعین اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الرٰحمین!

۵ جمادی الاول روز روانگی وطن یہ چند حروف لکھے گئے وللہ ھو المیسر للصعاب۔